

فتاویٰ رضویہ

اور

فتاویٰ رشیدیہ

کا

تقابلی مطالعہ

حضرت علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی، شاہی امام وخطیب

مسجد جامع فتحپوری دہلی

نبیرۂ شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

7/234 تیسری منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ ٹیلی فون 217737

فتاوی رضویہ

اور

فتاوی رشیدیہ

کا

تقابلی مطالعہ

حضرت علامہ مفتی محمد مکرّم احمد نقشبندی مجددی، شاہی امام وخطیب

مسجد جامع فتحپوری دہلی

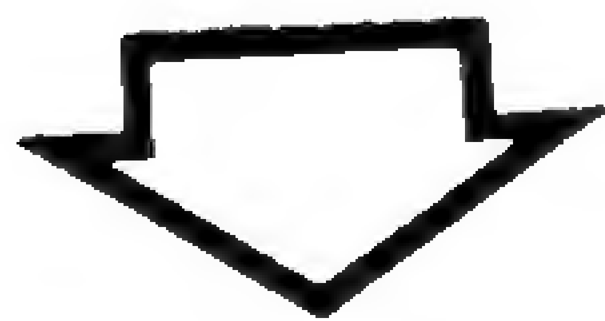
نبیرۂ شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

7/234 تیسری منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ ٹیلی فون 217737

کتاب	فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا تقابلی مطالعہ
مصنف	علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی
کتابت	خالد محمود
ناشر	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا. کراچی
اشاعت	اوّل
طباعت	۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۲۵ روپے





ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

۷/۲۳۴ نشیمن بلڈنگ، تیسری منزل، اسٹریچن روڈ کراچی (سندھ)

انتساب

جدامجد شیخ الاسلام حضرت مرشدی واستاذی علامہ مفتی
محمد مظہر اللہ شاہ نقشبندی مجددی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

کے نام

مفتی محمد مکرم احمد

فہرست فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا تقابلی مطالعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

کو کبم را در عدم اوجِ قبولے بودہ است
شہرتِ شعرم بہ گیتی بعدِ من خواہد شدن

اعترافِ کمال کی دنیا یوں بھی محدود ہے اور معاصرین کی آنکھ اپنے زمانے کی عظمتوں کے اقرار و تسلیم کے معاملے میں کچھ اور بھی تنگ ہوتی ہے۔

اس وقت فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کے عنوان سے جو مقالہ پیش کیا جا رہا ہے یہ صرف اپنے دور کے فتاویٰ کی دو کتابوں کا علمی تقابلی جائزہ نہیں بلکہ دراصل دو ہم عصر علمی شخصیتوں یعنی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی بانیٔ دیوبند کے خصائصِ سیرت، افکار و خیالات، علمی استعداد و معیار، زبان و اسلوب اور فنی صلاحیت و دسترس کا بھی موازنہ اور تقابلی مطالعہ ہے اس میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جہاں ذہنی فاصلوں کو ناپنے کی کوشش کی گئی ہے۔

معاصر شخصیات اپنے فضائل و محاسنِ علمی اور خصائصِ فکر و سیرت میں ایک دوسرے سے جدا دائرے رکھتی ہے لیکن چونکہ وہ ایک ہی عہد میں ہوتی ہیں اور تہذیب و روایات، وضع داری، ادب و تاریخ یا مذہب و سیاست کے ذوق، فکر و نظر اور علم و عمل کے کسی اور دائرے میں اتحاد و اتفاق یا انکار و ایراد کا تعلق موجود ہوتا ہے اس لیے ان میں کی کسی شخصیت کی عظمت اور فضائل و محاسنِ علمی کو پرکھنے کے لیے ان معاصرین کے وجود کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کا تعلق معاصرین کے اسی دائرے سے ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے اور درمیانی سائز کے ۴۹۷ صفحات پر مشتمل ایک جلد میں شائع ہوا ہے اس میں ۱۴۰۰ کے قریب فتاویٰ ہیں جبکہ کوئی تحقیقی رسالہ نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جس کا پورا نام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے امام احمد رضا کی تصنیف ہے جو کہ ۱۲ ضخیم جلدوں میں تحریر ہے اس کی ہر جلد تقریباً جہازی سائز کے ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس

کی ۹ جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں جن کے مجموعی صفحات کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان میں تقریباً ۱۱۶ تحقیقی رسائل اور ساڑھے پانچ ہزار فتوے ہیں۔ ۱۱۶ تحقیقی رسائل میں اُردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی متعدد رسائل ہیں ایک فتویٰ انگریزی زبان میں ہے جبکہ بعض منظوم فتاویٰ بھی ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ نوجوان فاضل محقق جناب مفتی محمد مکرم احمد صاحب مدظلہ، نبیرۂ مفتی اعظم فتحپوری جامع مسجد دہلی کی علمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادب، مذہب، فقہ، حدیث، علم و نظر اور فکر و عمل کے مختلف دائروں میں امام احمد رضا فاضلِ بریلوی اپنے معاصر جناب گنگوہی صاحب کے حوالے سے ایک اہم اور بلند مقام پر فائز تھے۔

اس مقالے میں فاضل مقالہ نگار نے امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے معاصر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب جو فضلائے دیوبند میں ایک بلند علمی مقام کے حامل مانے جاتے ہیں، کی شخصیات کا علمی تقابلی جائزہ اپنے ذاتی مطالعہ اور ٹھوس علمی ماخذ کے اعتبار سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس سے نہ تو کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ ہی کسی کی زبردستی برتری ثابت کرنا ہے بلکہ مقصود امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کی فکر اور خدمات کے لحاظ سے ہمہ گیر شخصیت، ان کے عہد اور معاصر شخصیات کے بارے میں مطالعہ و نظر کا ایک باب کھولنا اور اہلِ علم و نظر کو دعوتِ فکر و قلم دینا ہے۔ اس لیے کہ معاصر شخصیات کے حوالے سے کسی شخصیت کا مطالعہ اس کی فکر و سیرت کی تفہیم کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔

جب معاصر علمی اور فکری صلاحیتیں آمنے سامنے آتی ہیں تو ان کے جوہر کھلتے ہیں شخصیات کے بارے میں غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں اور بہتر افکار و صلاحیت کو سندِ امتیاز اور قبولِ عام ملتا ہے۔

ادارہ محترم مفتی محمد مکرم احمد صاحب دامت برکاتہم عالیہ کا ممنون ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ پر تحقیقی کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک نیا زاویہ دیا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے فضائل و محاسنِ علمی اور خصائصِ فکر و سیرت کے نئے گوشے اجاگر کر کے تشنگانِ علم کے لیے ایک نئی راہ پیدا کی ہے۔ متلاشیانِ حق اور تحقیق و تدقیق کے جویا یقیناً اس مقالے سے استفادہ کریں گے اور مزید تحقیق و تشفی کے لیے فاضلِ بریلوی کے اصل مآخذ اور علمی آثار کی طرف بلا خوف و جھجک اور پُر اعتماد طریقہ پر رجوع کر سکیں گے۔

وجاہت رسول قادری عفی عنہٗ
(نائب صدر ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تقدیم

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ (شاہی امام مسجد فتحپوری، دھلی) شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے پوتے اور جانشین ہیں جنہوں نے ۶۵ سال مسجد جامع فتحپوری۔ دھلی کی مسند افتاء و ارشاد کو رونق بخشی۔ علامہ موصوف مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری دھلی کے فارغ التحصیل، دھلی یونیورسٹی کے فاضل اور جامعہ ملیہ یونیورسٹی (نئی دہلی) کے استاد ہیں۔ فتویٰ نویسی کی اجازت مفتی عبدالقیوم جلالی سے حاصل ہے۔ وہ کئی سال سے بحسن وخوبی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ وہ بیک وقت امام بھی ہیں، مفتی بھی اور محقق و مرشد بھی ـــــ ۱۹۸۶ء میں راقم نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کے تقابلی جائزے پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کے لئے اُن سے فرمائش کی پہلے تو علامہ موصوف نے تحریر فرمایا کہ وہ اس موضوع پر سات آٹھ صفحات لکھ سکیں گے مگر جب لکھنا شروع کیا تو ستّر صفحات سے زیادہ لکھ دیئے فالحمد للہ علیٰ ذلک ـــــ اس تحقیق سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آئی کہ مولوی رشید احمد گنگوہی جن کو فقیہ النفس کہا جاتا ہے ایک متوسط درجہ کے مفتی بھی نہ تھے اور امام احمد رضا کا مقام اُن سے بہت ہی بلند تھا۔

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، اُن کی گوناگوں دینی و علمی مصروفیات کا فیض

کو علم ہے ۔ مصروفیات کے اس اژدحام میں اتنا طویل مقالہ لکھنا بغیر توفیق الٰہی کے ممکن نہ تھا، علامہ موصوف کو گر فرصت کے لمحات میسر آتے تو وہ اس سے زیادہ وقیع منظم و مربوط مقالہ تحریر فرماتے ۔

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کے تقابلی جائزے کے لئے سرسری طور پر بعض مسائل سے متعلق فتاویٰ کا انتخاب فرمایا ہے اور اُن کی روشنی میں دونوں حضرات کے تفقہ اور تبحر کا تجزیہ کیا ہے مثلاً یہ مسائل :

(۱) رہن سے نفع حاصل کرنا (۲) ولایتی شکر کا استعمال (۳) ایصال ثواب (۴) مرنے کے بعد ارواح کا آنا (۵) قبرستان کی خالی جگہ پر مدرسہ اور کتب خانے کی تعمیر (۶) فیس دے کر منی آرڈر بھیجنا (۷) نوٹ پر زکوٰۃ ادا کرنا (۸) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا (۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب سے آگاہ ہونا (۱۰) اولیاء اللہ کے مزارات سے استمداد (۱۱) مولود شریف اور اعراس کا انعقاد وغیرہ وغیرہ ——— حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کے کسی بھی ایک جامع و مفصّل فتوے کا تجزیہ کیا جاتا تو مقالہ کتابی صورت اختیار کر جاتا ——— مولوی رشید احمد کے فتوے بالعموم چند سطور پر مشتمل ہوتے ہیں اسی لئے علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ نے مولوی رشید احمد کے پورے فتوے نقل کئے ہیں اور امام احمد رضا کے فتووں سے صرف اقتباسات دینے پر اکتفا کیا ہے ۔

علامہ موصوف نے فتووں پر عمومی بحث کے بعد امام احمد رضا کی شانِ علم دکھانے کے لئے وہ فتوے بھی نقل کئے ہیں جو بیماری کی حالت میں دونوں حضرات نے لکھے ہیں ۔ اس تقابل سے امام احمد رضا کے علم کا اندازہ ہوتا ہے ۔ استحضار ——— اسی طرح علامہ موصوف نے عربی زبان و ادب پر امام احمد رضا کی حیرت انگیز مہارت کو دلائل و شواہد کی روشنی میں بیان کیا ہے ——— یزید کے بارے میں مولوی رشید احمد کے حسنِ ظن اور موافقانہ خیالات کو پیش کر کے خود عالمانہ اور مورخانہ تعاقب کیا ہے مگر اس سلسلے میں امام احمد رضا کے افکار و خیالات نہیں پیش کئے ۔ اس بحث میں یہ کمی رہ گئی ——— بہر حال اس سے خود علامہ موصوف کی فنِ فتویٰ نویسی میں مہارت حُبِّ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم اور حبِ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ——— یہ محبت ایمان کی جان ہے اور اس دور کی ظلمت میں اسی محبت کی ضرورت ہے ——— یہ نہیں تو کچھ نہیں ———

علامہ مفتی محمد مکرم زید مجدہٗ نے تقابلی جائزے کے بعد مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا

خاں بریلوی کے فتوٰی کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے جس سے فنِ فتوٰی نویسی میں دونوں کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ خصوصیات یہ ہیں ۔

فتاوی رشید کی خصوصیات

(۱) استدلال اور قوت فیصلہ کی کمی
(۲) لاحاصل تاویلات سے کام لینا
(۳) ضروری تفصیلات کو نظر انداز کرنا
(۴) ایک ہی سوال کے بارے میں کبھی ہاں کبھی نا
(۵) فروگزاشتوں اور غیر محتاط بے اعتدالیوں کا ارتکاب
(۶) غیر ضروری اختصار
(۷) کتب حدیث و فقہ کے حوالوں کا فقدان
(۸) مختلف فقہیہ مسائل میں علماء کے اقوال اور فقہاء کی آراء کا ذکر نہ کرنا
(۹) مختلف فقہیہ مسائل میں مفتی بہ اور قول مرجوح کا ذکر نہ کرنا
(۱۰) مستفتی کو حیران اور متجسس چھوڑ دینا ۔
(۱۱) بعض مسائل میں اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اظہار کرنا
(۱۲) بعض مفروضہ اور مزعومہ وجوہات کی بنا پر امور مباحہ کو ممنوع بدعت اور بدعت ضلالۃ لکھنا
(۱۳) بعض مسائل میں رائے دینے کے باوجود خود مطمئن نہ ہونا

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ نے فتاوی رشیدیہ کی خصوصیات پیش کرنے کے بعد فتاوی رضویہ کی خصوصیات پیش کرنے سے قبل یہ وضاحت کی ہے ۔

"سب خصوصیات کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے" اس کے بعد مندرجہ ذیل خصوصیات کا ذکر کیا ہے

فتاوی رضویہ کی خصوصیات :

(۱) پہلے کتاب و سنت سے استدلال پھر کتب فقہ سے ۔
(۲) دلائل و استشہادات کی کثرت بعض فتاوی میں مصادر کی تعداد ۲۰۰ سے تجاوز کر گئی ہے ۔

(۳) سوال کے ہر پہلو پر تنقیح ——— فقہاء و علماء کا اختلاف ہے تو قول راجح کا ذکر
(۴) قرآنی تراجم و تفاسیر کتب حدیث و فقہ کا بھرپور علم
(۵) نادر و نایاب حوالوں کا ذکر
(۶) فقہی کلیات و جزئیات کا استحضار
(۷) بعض مسائل پر جدید و قدیم علوم کی روشنی میں بحث۔
(۸) نقلی اور عقلی دلائل کی کثرت
(۹) دیگر مذاہب کے قوانین اور جزئیات کا علم
(۱۰) فقہائے متقدمین کا احترام اور اختلاف کی صورت میں ادب سے اعراض نہ کرنا
(۱۱) موجودہ دور میں درپیش مسائل کا علمائے متقدمین کے فتاویٰ کی روشنی میں حل پیش کرنا
(۱۲) فتاویٰ اور دیگر تصانیف جو ۵۵ علوم میں ہیں مسلک احناف کے علماء کے لیے خصوصاً اور دیگر مسالک کے علماء کے لیے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں نیز منتہی طلباء اور فضلاء کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔
(۱۳) فتاویٰ قرآن حکیم کی اس آیت کی حقانیت کی دلیل ہیں کہ "اس میں ہر شئے کا بیان ہے"
(۱۴) مستفتی کی ذہنی اور علمی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے جوابات اور دلائل دیئے جاتے ہیں کہ مستفتی کی تشنگی ختم ہوجاتی ہے اور وہ مطمئن ہوجاتا ہے بلکہ اس کے کسی اور کی طرف رجوع کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔
(۱۵) جواب لکھنے پر پوری قدرت ہے۔ کسی مسئلے سے لاعلمی یا عاجزی کا اظہار نظر نہیں آتا۔
(۱۶) تاریخی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔
(۱۷) ہر مسئلے میں اتباع سنت سنیہ کا کمال اہتمام رکھا گیا ہے۔
(۱۸) فتاویٰ کے مطالعے سے حیرت انگیز قوت مطالعہ، قوت حافظہ، قوت استنباط، استدلال اور قوت بیانی کا اندازہ ہوتا ہے جس زبان میں استفسار پیش ہوتا اسی زبان میں اس کو جواب دیا جاتا۔ عربی فارسی ہو یا اردو حتیٰ کہ منظوم استفتاء کے جواب میں منظوم فتویٰ دیا جاتا۔
(۱۹) لاکھوں جزئیات قدیمہ و جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ملتا ہے
(۲۰) ان کے مستفتیوں میں عوام الناس سے لیکر محدث و مفسر، فقیہہ و صوفی، جدید و قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے فضلاء اور یونیورسٹی اور کالجز کے اساتذہ پائے جاتے ہیں، وہ ہر ایک کے مزاج کے مطابق مسائل کی تحقیق و تدقیق

پیش کرتے ہیں۔

(۲۱) ہر مسئلے میں اصول تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث کی روشنی میں قرآن کریم، حدیث سے مستندات کی کثرت ہے۔

(۲۲) فن ہیأۃ، ریاضی، ہندسہ، توقیت سے فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق ہے

(۲۳) دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور اُن کا شرعی حل پیش کیا گیا ہے

(۲۴) بدعات و منکرات کا ایمان افروز ردّ کیا گیا ہے

(۲۵) امام احمد رضا کی تحریرات (عربی، فارسی، اردو) فن ادب کا ایسا شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے نصابوں میں شامل کیا جانا چاہیے۔

(۲۶) فتاویٰ رشیدیہ میں امام احمد رضا کے کئی فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں۔ اس سے بھی فتاویٰ رضویہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے مولوی ابوالحسن علی ندوی نے نزہۃ الخواطر میں اختلاف مسلک کے باوجود یہ اعتراف کیا ہے کہ امام احمد رضا کو جزئیات فقہ پر عبور حاصل تھا اس کی نظیر نہیں ملتی ـــــــ امام احمد رضا اس طبقۂ علما کی نمائندگی کرتے تھے جس نے دور آزادی میں ملت اسلامیہ کی ساکھ کو قائم رکھا۔ اُن کا تعلق سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے تھا جس کو آج عرف عام میں بریلوی کہا جاتا ہے اور یہ نام بقول ابو یحییٰ امام خان نوشہروی سلمۂ اہل حدیث کا مرہون منت ہے۔ تقریباً ایک صدی قبل عالم اسلام کے یہی عقائد تھے جس کی تعلیم امام احمد رضا نے دی بعد میں مستشرقین نے اپنی اپنی سیاسی ضرورتوں کے مطابق اہل سنت ہی میں بعض افراد کو توڑ کر مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا اور یوں انتشار پھیلتا چلا گیا جو ابھی تک پھیلتا جا رہا ہے۔

اس وقت اتحاد عالم اسلامی کی ضرورت ہے جس کے لیے امام احمد رضا نے اپنے نام و ناموس کی پرواہ نہ کی۔ اتحاد عالم اسلامی مختلف فرقوں کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے سے حاصل نہ ہوگا بلکہ منتشر افکار کے اُس مرکز پر جمع ہونے سے حاصل ہوگا جہاں یہ افکار دو صدی قبل جمع تھے حقیقی اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور امام احمد رضا نے اس کے لئے سعی فرمائی ـــــــ تحقیق سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آئی کہ موجودہ دور کے تمام فرقوں کے اکابر و اجداد کا تعلق اس سواد اعظم اہل سنت سے رہا ہے جس کی

امام احمد رضا نمائندگی کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اصاغر نے اکابر اور اخلاف نے اسلاف کی راہ چھوڑ کر اپنی اپنی راہیں بنالیں اور انتشار کا شکار ہو گئے ـــــــــ امام احمد رضا اللہ کی عظیم رحمت تھے۔ اس رحمت کا چرچا ہونا چاہیئے اور سب فرقوں کو اپنے موجودہ افکار و عقائد کا جائزہ لے کر اپنے اکابر و اجداد کی پیروی کرنا چاہیئے یہ وہی راہ ہے جس کو امام احمد رضا نے گہری سوچ اور بصیرت کے بعد ملت اسلامیہ کے لئے متعین کیا ہے اس میں کسی قسم کی شرم محسوس نہ کرنی چاہیئے، انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں، دانا انسان تاریخ کی روشنی میں غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے، ناداں ضد پر قائم رہتا ہے اور اپنی انا کی خاطر مخلوق الٰہی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے

قیادت کے لئے دانا و بینا قائد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بصیرت سے محروم جذباتی قیادت ملت کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے ـــــــ امام احمد رضا اپنے عہد کے عظیم مدبّر و مصلح تھے ـــــــ ان کی قیادت کی آج بھی ملت اسلامیہ کو ضرورت ہے۔ اُن جیسا دانا و بینا نہ اُن کے دور میں تھا اور نہ اب نظر آتا ہے ـــــــ بیس برس مسلسل مطالعے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر عالم اسلام امام احمد رضا کے افکار و عقائد کو رہنما اصول کے طور پر اپنا لے تو اتحاد عالم اسلامی کا خواب حقیقت کا روپ اختیار کر سکتا ہے

آخر میں علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہٗ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے راقم کی فرمائش پر جراٴت مندی اور بے باکی کے ساتھ ایسا فاضلانہ اور محققانہ مقالہ تحریر فرمایا ـــــــ انھوں نے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنا کر نہیں رکھایا بلکہ جو جیسا تھا اُس کی تصویر ہمارے سامنے پیش کر دی اور صداقت شعاری و دیانت داری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ـــــــ مولوی رشید احمد گنگوہی کے معتقدین سے بھی اُمّید کی جاتی ہے کہ اس مقالے کو جذبات کی رنگین عینک لگا کر نہیں پڑھیں گے بلکہ تحمل و بردباری کے ساتھ مطالعہ فرما کر حق پسندی کا ثبوت دیں گے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ہم سب کے شکریہ کا مستحق ہے کہ وہ اپنی مطبوعات شائع کر کے دورِ جدید کے اندھیروں میں "چراغِ مصطفوی" کی روشنیاں پھیلا رہا ہے۔ ملت اسلامیہ پر ادارے کا یہ عظیم احسان ہے۔ جس کے لئے ہر فردِ مسلم ادارے کا ممنون ہے اور یہ احسان اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ اس ادارے کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی جائے اور دامے، درمے، سخنے، قلمے اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

مولائے کریم ہم کو صراط مستقیم پر چلائے اور صراط مستقیم ہی پر اٹھائے (آمین)

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حیات مولانا گنگوہی

قصبہ گنگوہی ضلع سہارن پور (یوپی ہندوستان) کے محلہ سرائے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ولادت ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ ہوئی۔ مولوی صاحب کے والد صاحب مولوی ہدایت احمد مشہور عالم اور ریاضت کش صاحب دل شیخ تھے۔ سنہ ۱۲۵۲ھ میں جب ان کا انتقال ہوا اس وقت مولوی صاحب کی عمر تقریباً سات برس تھی۔[۱] مولوی صاحب نے علوم معقولہ میں منطق، فلسفہ، ادب، ہیئت، ریاضی اور علوم منقولہ میں تفسیر، اصول تفسیر، فقہ اور معانی وغیرہ کی اکثر کتب مولانا شیخ مملوک العلی سے پڑھیں اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں باقی کتابوں کے اساتذہ میں مفتی صدرالدین، قاضی احمدالدین پنجابی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔[۲]

مولوی گنگوہی نے دہلی میں صرف چار سال تعلیم حاصل کی اور مذکورہ اساتذہ سے بھرپور استفادہ کیا۔ ردہ بچپن ہی سے تحصیل علم کے دلدادہ، ہوشیار اور ذہین تھے ہمیشہ اپنے ہم جماعت طلباء میں انہوں نے امتیازی کامیابی حاصل کی علوم منقولہ و معقولہ کی تحصیل کے بعد اپنے وطن مالوف مراجعت کی۔ اس وقت آپ کی عمر اکیس سال تھی۔[۳]

مولوی گنگوہی کی پیدائش کے وقت ہندوستان میں دینی اور سماجی ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے صاحب تذکرۃ الرشید لکھتے ہیں۔

"حُبِ جاہ و حبِ مال اور طمعِ نفسانی و حرصِ حیوانی جہاں دوسرے مسلمانوں میں سرایت کئے ہوئے تھی اسی طرح بلکہ کچھ زیادہ ان اصحاب میں بھی گھسی ہوئی تھی جو پیشوا اور مقتدا سمجھے جاتے تھے۔ آٹھ آنے پیسوں پر جس مضمون کا چاہو ان سے وعظ کہلوا لو اور پچیس ٹکوں پر جس فتویٰ اور جس مسئلہ پر چاہو واعظ کرا لو اور منشا موافق سے لکھوا لو۔ تسمم

۱؎ تذکرۃ الرشید ص۱۷

۲؎ عاشق الٰہی میرٹھی۔ تذکرۃ الرشید ص۳۵ مطبوعہ سہارن پور ۳؎ ایضاً ص۳۵

۴؎ ۔ ایضاً ص۱۔ نوٹ:۔ ہر زمانہ میں علماء حق رہے ہیں، راقم کی نظر میں یہ عبارت بلا استثناء کے علماء حق پر بہتان ہے جو گناہ کبیرہ ہے اگر اس بیان کو کسی حد تک سچ مان بھی لیا جائے تو کیا مولوی گنگوہی کے اساتذہ کا بر اس میں شامل نہیں ہو جاتے؟۔ تذکرہ میں اس طرح کی عبارات بہت زیادہ ہیں۔

تکرم

مولوی گنگوہی کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہیں (۵) ان سے بیعت ہونے کے بعد مولوی صاحب کے روحانی مدارج میں بڑی زبردست ترقی ہوئی۔ حاجی صاحب کے الفاظ میں صاحب تذکرہ نے یوں لکھا ہے :۔۔۔

"ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا" اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ :

"میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں۔ میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا اگر حق تعالیٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند تعالیٰ کو ایک کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اتار لیا اور بستی میں رکھا گیا۔ او کما قال (۶) بقول پیر صاحب کے شاید انہی مدارج عالیہ کی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کی خانقاہ پر رہنے والوں کو اہلِ صفّہ کہا جاتا تھا (۷)

مولوی گنگوہی کا انتقال باختلافِ روایت ۸/۹ جمادی الثانی بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ بروز جمعہ بعد اذانِ جمعہ تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوا اور کل عمر ۷۸ سال سات ماہ اور ۲۳ دن ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۸)

مولوی گنگوہی منصب افتاء کے جلیل القدر منصب پر بھی فائز تھے آپکے اکثر فتاویٰ غیر مدلل اور بعض فتاویٰ بہت ہی مختصر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید میں شامل بعض فتاویٰ آپ کی فقہی بصیرت اور تبحر علمی کی دلیل ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رشیدیہ" کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل ہے (۹) پہلی جلد درمیانی سائز

(۵) تذکرۃ الرشید ص ۴۵

(۶) ۔ ایضاً تذکرہ ص ۵۷ ۔ نوٹ ۔ حاجی صاحب کی یہ عبارت بہت سے سوال پیدا کرتی ہے ذرا ملاحظہ ہو۔ یہ حضرات تو آقائے دوجہاں، باعثِ تخلیق کائنات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ بشریت سے اعلیٰ نہیں مانتے حاجی صاحب سے بیعت ہو کر "ان کا رشید" درجہ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا تو پیر صاحب کس درجہ پر فائز ہوں گے کہ انہوں نے کمر پکڑ کر نیچے اتارا۔ راقم

(۷)۔ ایضاً تذکرہ ج ۲ ص ۲۲۸ ۔ نوٹ ۔ کیا یہ اصحابِ صفّہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین نہیں ہے۔

(۸)۔ ایضاً تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۱

(۹)۔ مطبع شمس المطابع مراد آباد ۱۳۲۳ھ ۔

کے ۱۶۱ صفحات پر مشتمل ہے دوسری جلد ایک سو بہتر ۱۷۲ صفحات پر اور تیسری جلد ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور ان تین جلدوں میں تقریباً بارہ سو فتاویٰ ہیں۔

مسلک کے اعتبار سے وہ محمد بن عبد الوہاب نجدی، مولوی سید احمد، مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پیروکار ہیں ان کے معتقدات کو نہ صرف وہ درست جانتے ہیں بلکہ اپنے متبعین کو ان پر عمل کرنے کی تلقین بھی کر دیتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کے بزرگوں کے معتقدات اور مسلک کو ماننے کا ان کو اقرار ہے لیکن کلیتہً ایسا نہیں ہے جہاں وہ اپنے مسلک سے ٹکراؤ دیکھتے ہیں تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فتاوی رشیدیہ کی تینوں جلدوں میں اس طرح کے فتاوی دیکھے جا سکتے ہیں (۱۰)۔ مولوی صاحب کی علمی فقہی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

امداد السلوک، براہین قاطعہ، الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح، رسالہ وقف، رسالہ جمعتہ فی القریٰ، زبدۃ المناسک، سبیل الرشاد، فتوی ظہر احتیاطی، فضوف وانیۃ، فتاوی میلاد و عرس، ہدایت الشیعہ ہدایۃ المعتدی، تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب مؤلفہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لطائف رشیدیہ، ..... رد الطغیان (۱۱)

---

(۱۰)۔ فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۸، ص۱۸، ص۲۰، ص۴۵، ص۵۱، ص۶۴، ص۴۲، ص۴۳، ص۸۶، ص۱۰۷، ص۱۲۳، جلد دوم ص۵، ص۹۸، ص۶۵، ص۱۶۴، جلد سوم ص۲، ص۱۴، ص۵۷، ص۹۶ وغیرہ۔۔

(۱۱)۔ فتاوی رشیدیہ فہرست ص۲۶۱ ج ۱

حیات مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد رضا خاں کی ولادت ہندوستان بریلی شہر میں ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ جد امجد مولانا محمد رضا علی خاں نے احمد رضا نام تجویز کیا اور یہی مشہور ہوا۔ تاریخی نام المختار ہے (۱)

مولانا کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا محمد رضا علی خاں م (۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) جلیل القدر عالم اور صاحب تصانیف فاضل تھے۔ مولانا بریلوی بھی بچپن سے ہی تحصیل علوم کے دلدادہ تھے آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ استاد سے سبق پڑھتے ہی حرف بحرف اور لفظ بلفظ یاد ہو جایا کرتا تھا جس پر استاد بھی حیران رہ جاتے تھے۔

فاضل بریلوی کے اساتذہ میں سے چند قابل ذکر اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ شاہ آل رسول مارہروی (۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

۲۔ مولانا محمد نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

۳۔ شیخ احمد بن زین دحلان مکی (۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء)

۴۔ شیخ عبدالرحمان سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء)

۵۔ شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء)

۶۔ شیخ شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

۷۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی

۸۔ مولانا عبدالعلی رام پوری (۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء)

مولانا بریلوی کا سلسلۂ اسناد مندرجہ ذیل علماء اعلام سے ملتا ہے۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)

۲۔ مولانا محمد عبدالعلی لکھنوی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء)

۳۔ شیخ عابد السندی المدنی (۲)

۱۔ ظفرالدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) ج ۱ مطبوعہ کراچی۔

۲۔ محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۴

مولانا بریلوی ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل ہوئی تیرہ سے زیادہ سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی جس کا ذکر خود مولانا نے الاجازۃ المکیۃ میں کیا ہے۔ (۳)

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کے منفرد المرتبت اور جلیل القدر عالم تھے۔ بیک وقت پچپن سے زائد علوم و فنون میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف ان کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔ علوم قرآن کریم اور علوم حدیث میں مہارت تامہ کا نتیجہ تھا کہ مولانا علم فقہ و اصولِ فقہ میں نہایت اعلیٰ منفرد مقام پر فائز تھے۔ جس کا اعتراف علماء اعلام نے کیا ہے۔

فتویٰ نویسی

مولانا بریلوی نے فتویٰ نویسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں شروع کی تھی جب آپ کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ (۴)۔ ابتداء میں آپ والد ماجد کی نگرانی میں اس خدمت کو انجام دیتے رہے سات برس بعد ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں فتویٰ نویسی کی مستقل اجازت مل گئی (۵)۔ چونکہ ۵۴ سال سے بھی زیادہ مدت تک آپ نے فتویٰ نویسی کی ہزاروں فتاویٰ اور سینکڑوں تحقیقی رسائل علوم منقولہ و معقولہ سے متعلق تحریر فرمائے۔ بریلی کے دارالافتاء میں بعض اوقات ایک ایک وقت میں پانچ سو فتاویٰ جمع ہو جاتے تھے۔ ہندوستان کے اطراف بنگال، پنجاب، ملی بار، برہما، ارکان، چین، غزنی، امریکہ، افریقہ، حرمین شریفین اور دیگر بلاد و امصار کے استفتاء آیا کرتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر کئے جاتے تھے۔ (۶)

۳۔ احمد رضا خاں۔ الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ص ۲۱۶ - ۲۱۸

۴۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں۔ الملفوظ حصہ اول، مطبوعہ کراچی ص ۱۳ - ۱۴

ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۸، مکتوب بنام مولانا ظفر الدین بہاری

محمد مسعود احمد پروفیسر۔ حیات مولانا احمد رضا خاں، مطبوعہ سیالکوٹ ص ۱۲۔

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً ص ۱۲۳، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۴۹۔

مولانا بریلوی کے فتاویٰ کی بارہ عظیم سائز کی جلدیں ہیں جو۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ کے نام سے مشہور ہیں۔

ابتداء سے بارہ سال (۱۲۸۶ھ سے ۱۲۹۷ھ) کے فتاویٰ جمع ہی نہیں کئے گئے اور بعد میں جمع کئے گئے ان میں ایک ہی طرح کے بہت سے فتاویٰ کو ایک ہی جواب لکھ کر جمع کیا گیا۔ اگر اس مدت کے سب فتاویٰ اور ہر ہر فتوی بالکمال الگ الگ جمع کیا جاتا تو بارہ سے بھی زیادہ فتاویٰ کی جلدیں بن جاتیں (۷)

ملّتِ اسلامیہ کا یہ عظیم محدث و فقیہہ جس نے اپنے ناموس کو ناموسِ اسلام اور ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا جس کی عظمت کا عرب (۸) و عجم نے اعتراف کیا، بتاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک بوقت جمعۃ المبارک اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون (۸)

مولانا بریلوی کو علم فقہ پر زبردست عبور تھا، وہ متأخرین علماء میں لاثانی مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے اکثر و بیشتر فتاویٰ مدلل اور مفصل ہیں بعض فتاویٰ مختصر بھی ہیں۔ آپ نے ساری عمر دینِ متین اور فقہ حنفی کی خدمت کی اور کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ مختلف فیہ مسائل میں مولانا علماء فقہاء کے اقوال کا تفصیل سے ذکر کر کے قول ارجح کے اثبات میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش فرماتے ہیں ہر فتویٰ میں وہ اپنی رائے کو ضرور ظاہر فرماتے ہیں یہ ان کے فقہی تبحر کا کمال ہے۔ اتباعِ سنت ان کا مسلک اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشرب تھا۔ ہزارہا فتاویٰ اور سینکڑوں فقہی و علمی تصانیف ان کے نادر فضل و کمال پر شاہد ہیں۔ آپ کی عمر صرف اڑسٹھ (۶۸) برس ہوئی۔ اس مختصر عمر میں اتنی عظیم دینی خدمت کی مثال کم ملیگی۔ آپ کے فتاویٰ عربی، اردو، فارسی میں نثر اور نظم (۹)

۷۔ احمد رضا خاں۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ۴ ص ۲۲۳ (مفہوم) محمد مسعود احمد حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۲۷
محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں مطبوعہ سیالکوٹ۔ ص ۲۱۰۔

۸۔ محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، لاہور ۱۹۷۸ء، الدولۃ المکیۃ و حسام الحرمین۔

۹ محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی سیالکوٹ ۱۹۸۱ء
عبدالحئی لکھنوی۔ نزہۃ الخواطر ج ۸۔ ص ۳۹۔ ۴۱
ہفت روزہ شہاب لاہور۔ ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء
معارفِ اعظم۔ گڈھ۔ فروری ۶۲ء۔

۹۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۵۴ – ۶۵۵، جلد ۲ ص ۱۹۵۔

دونوں میں ملتے ہیں جو فقہ کے ساتھ ساتھ ادب کا ایک بیش قیمت حصہ ہیں ۔

مولانا کے فقہی مآثر، تالیفات و تصنیفات اور رسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے سب کا بالاستیعاب یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے چند اہم عربی تالیفات یہ ہیں ۔

۱۔ جد الممتار علی رد المحتار (پانچ جلدیں)

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

۳۔ حاشیۃ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت

۴۔ حاشیۃ الحموی شرح الاشباہ والنظائر

۵۔ حاشیۃ میزان الشریعۃ الکبری

۶۔ حاشیۃ کتاب الخراج

۷۔ حاشیۃ معین الحکام

۸۔ حاشیۃ الهدایۃ

۹۔ حاشیۃ فتح القدیر

۱۰۔ حاشیۃ البدائع الصنائع

۱۱۔ حاشیۃ الجوهرۃ النیرۃ

۱۲۔ حاشیۃ مراقی الفلاح

۱۳۔ حاشیۃ البحر الرائق

۱۴۔ حاشیۃ الطحطاوی

۱۵۔ حاشیۃ الفتاوی العالمگیریۃ

۱۶۔ حاشیۃ رسائل الشامی ۱۷۔ حاشیۃ الفتاوی السراجیۃ (۱۰)

---

(۱۰) ۔ مقدمہ بر کتاب کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم مطبوعہ منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ، لاہوری گیٹ لاہور ۔ (نوٹ) : اس مقدمہ میں مولانا بریلوی کی فقہی عربی، اردو تصانیف و حواشی کی فہرست باون ۵۲ کتابوں پر مشتمل ہے اور یہ سب حواشی اور تالیفات نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی ہیں دیگر علوم کی تالیفات و حواشی اس سے الگ ہیں مجموعی طور پر ایک ہزار سے زیادہ ہیں ۔

تقابلی مُطالعہ

فتاوی رضویہ اور فتاوی رشیدیہ کے بالاستیعاب مطالعہ کے لئے کئی مبسوط مجلدات بھی ناکافی ہیں اس مقالہ میں اسکی گنجائش نہیں ہے پھر بھی ہم نے دونوں مفتیانِ کرام کے فتاویٰ سے کچھ فتاویٰ کا انتخاب کیا ہے جس سے دونوں عالموں کا علمی اور فقہی مقام واضح ہو سکتا ہے۔

فتوی متفق علیہ ہے اور انداز استدلال مختلف ہے۔ مثال کے طور پر وہ فتوی ملاحظہ کیجئے جمیں دونوں مفتیوں نے ایک ہی فتوی عدم جواز پر دیا ہے لیکن اندازِ استدلال مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص کسی جگہ یا چیز کو رہن رکھتا ہے تو اس سے انتفاع کا کیا حکم ہے؟

(۱)۔ سوال :۔ مکانِ رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ پہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ مکانِ رہن میں رہنا حرام ہے فقط (۱)

ایک اور جواب اسی باب میں ملاحظہ ہو سوال کا ذکر نہیں کیا جا رہا تاکہ مضمون طویل نہ ہو۔

الجواب :۔ انتفاعِ رہن سے حرام مثل ربٰو کے ہے کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے۔ بلکہ قبضہ کیا ہے۔ قبضہ کو سکونت لازم نہیں اور اگرچہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (۲) اس (رشیدیہ صہ ۱۳۰) میں فتاوی رشیدیہ میں اسی سے ملتے جلتے سوالات۔ جوابات۔ اور بھی ہیں۔

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جیسے سوال کے جواب میں یہ انداز اختیار کیا ہے۔

مسئلہ :۔ ۲۲ صفر ۱۳۰۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں وہ شئے مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ کسی طرح جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا یعنی قرض کے ذریعے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے۔ اخرجہ الحارث عن سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح در

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ صہ ۹۱، ج ۱

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ صہ ۷۰، ج ۲

مختار میں فرماتے ہیں الغالب من احوال الناس انہم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع انتھی اقول ولا شک ان ھذا لعینہ حال اھل الزمان یعرفہ منھم کل من اختبر ومعلوم اَنّ احکام الفقہ انّما تبتنی علی الکثیر الشائع ولا تنظر لحال شذت وندرت فیہ الجواز کما نص علیہ المحقق حیث اطلق فی فتح القدیر وغیرہ من العلماء الکرام فالحکم فی زماننا ھو اطلاق المنع مرتاب فیہ من لہ المام بالعلم والکلام ھنا وان کان طویلا فجملۃ القول ما ذکرنا واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

فتاویٰ رشیدیہ میں اس باب میں کوئی بھی اتنا جامع اور مدلل فتویٰ نظر سے نہیں گزرا۔

فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم میں کتاب الرہن میں اس باب کے مختلف پہلوؤں سے تحقیقی فتاویٰ موجود ہیں جن کو پڑھنے کے بعد پھر کسی دوسری فقہی کتاب کے مطالعہ کی حاجت ہی نہیں رہتی یہ قارئین خود ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں دونوں عالموں میں کس کا انداز زیادہ فقیہانہ اور فاضلانہ ہے۔ (۲)

کسی بھی متفقہ مسئلہ میں فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ میں تحقیق و تنقیح کا آپ یہی انداز پائیں گے۔ مولوی گنگوہی کے ہاں ہر فتویٰ میں کتب فقہیہ کے ماخذ کا ذکر یا تو بالکل نہیں ہے یا بہت ہی کم ہے۔ فتاویٰ استدلالات و استشہادات کی کثرت ہوتی ہے

مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس مستفتی نے ایک سوال بھیجا کہ شکر، ولایتی قند کے بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے تو انھوں نے بہت مختصر جواب دیا۔ اس مسئلہ میں فتاویٰ رشیدیہ میں ایسے ہی جوابات ایک دو مقامات پر اور بھی نظر سے گذرے ہیں لیکن اسی مسئلہ پر جب کسی نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفتاء پیش کیا تو انھوں نے نہایت جامع اور مدلل جواب عنایت فرمایا جس سے نہ صرف شکر کی حلت و حرمت معلوم ہو گئی بلکہ ایسے فقہی کلیات و جزئیات بھی معلوم ہو گئے جن کی بنا پر اس طرح کے سوالات کے جواب معلوم ہو سکے مثلاً

سوال :۔ ولایتی قند اور مٹھائی تریلخشک کھانی درست ہے یا نہیں۔

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کتاب الرہن ص ۲۸

(۲)۔ فتاویٰ رضویہ یازدہم کتاب المداینات اور کتاب الرہن

الجواب :- جس چیز کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھاوے اور جس کا حال معلوم نہ ہو اس کا کھا لینا درست ہے ۔ فقط (۱)

اب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دیکھیے

از نواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبد الجلیل پنجابی ماہ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دوسری شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک حلال جانور کی ہوں یا مردار کی اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اس طرح کل کی برف اور کل وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب :- فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمع المولیٰ وشکر لمن حمد العلی الاکبر ، شکرک ربنا الذوالحلی الخ اما بعد اس مسئلہ سے سوال بکثرت آیا اور بار اس نے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہوجس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم اسود لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق و تنقیح اور حکم شرعی کی توضیح و تصریح اس نہج نجیح و طرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ صرف اسی مسئلہ تازہ ملکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح و آشکار ہو بیان اخر الفقراء عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولیٰ القوی بلطفہ الخفی وغفر لہ وللمومنین و احسن الیہ والیہم اجمعین ۔ اس بارے میں یہ مختصر فتویٰ لکھا اور الاحلی من السکر لطلبہ سکر روسر اس کا تاریخی نام رکھا ہے الخ

شروع میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دس مقدمات قائم فرمائے ہیں جنھیں تفصیل کے ساتھ حلت و حرمت و طہارت و نجاست کے کلیات و جزئیات کا ذکر فرمایا ہے یہ مقدمات فتاویٰ رضویہ ج دوم کے صفحہ ۹۶ سے ۱۳۰ پر ختم ہوتے ہیں پھر اپنے فقہی ضابطہ کلیہ وضع فرما کر جواب شروع فرمایا ہے اور صـ۱۴۲ پر تحریر فرمایا ہے فقیر غفر للہ تعالیٰ لہ نے آج تک اس شکر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے

فتویٰ رشیدیہ صـ۱۴۶ ج سوئم ۔

6889

کا قصد مگر بااں ہمہ ہرگز مخالفت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں انھیں آثم الخ آگے تحریر فرماتے ہیں "فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ، نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کئے جو انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیاں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیاں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ آگے نصیحت فرماتے ہوئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

"غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالت مخبر و حاصل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام و نجس و تفرقہ ظن و یقین و مدارج ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ مسالک ورع و مدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کریں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہو جائے واللہ سبحانہ الموفق والمعین الخ"

اگر اس پورے فتویٰ کو ہی فتاویٰ رشیدیہ کے تمام فتاویٰ کے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے تو دلائل و اسلوب، زبان و بیان کے لحاظ سے یہی ایک فتویٰ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ووافی ہے۔ مولوی گنگوہی کے مقابلہ میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا تفقہ اعلیٰ و اکمل ہے۔ قابل ستائش بات یہ ہے کہ اور فتاویٰ کی طرح فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کو بھی صرف تین روز کی مختصر مدت میں مکمل کیا ہے دوسرے علماء کے ہاں اس طرح کی تحقیق نہیں ملتی۔

فتاویٰ میں طرزِ اختلاف

استفتاء

(۱)۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتا تھا۔ عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکہ دے کر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرا دیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے بلکہ نور باف ہے اب وارثانِ ہندہ کو شرم و حیا معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نور باف کا نکاح ہونا بہت عار کی بات ہے لہٰذا شرع شریف کے مطابق وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانہ جائز ہے یا نہیں دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے وہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجہ سے کہا میں اس گھر میں ذی زیست ہوں تا حیات نہیں آؤں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا حکم ہے بینوا بالدلیل و تجیدوا بالاجرالجلیل

اس استفتاء پر مولوی عبدالرحمان بہاری نے جواب لکھا تھا کہ فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا۔

صورت مستفسرہ میں دو سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفاءت شرط نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا ظاہر کر دے بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا فی ردالمحتار یعنی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی وفی ردالمحتار ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکہ دیا گیا وہ زن اس کے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کے قسم و تحریر سب جہل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی مرتب نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ، محمد المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس جواب کے بعد مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس یہ استفتاء پیش ہوا اس باب میں مرتب فتاوی رشیدیہ نے یہ عبارت لکھی ہے۔

فتنازعوا بینھم فرجعوا الی علماء فخصوصا الی شیخنا الاجلّ امام الفقہاء فی عصرہ المولانا رشید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ فاجاب باحسن التفصیل وھو ھذا "فاجاب باحسن التفصیل" خاص طور پر قابل غور ہے اب وہ تفصیل ملاحظہ ہو۔

"صورت مندرجہ مسئلہ ہذا میں اولیاء کو حق فسخ نکاح ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی اسلام سے رجوع کریں کہ وہ فسخ کرے۔ مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر تحکیم طرفین اختیار فسخ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، | رشید احمد ۱۳۰۱ھ | [۱]

اس جواب میں مولوی گنگوہی نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے جواب سے اختلاف کیا ہے لیکن یہ اختلاف بہت الگ انداز کا ہے فاضل بریلوی نے جو دلائل تحریر فرمائے ہیں نہ ان کا جواب ہے نہ رد ہے اور نہ اپنے مستدلات کا ذکر ہے

---

[۱] ۔ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۳۷

بہت سے فتاوی، فتاوی رضویہ وغیرہ میں ایسے ہیں جن سے مولوی گنگوہی کی رائے سے فاضل بریلوی نے اختلاف کیا ہے۔ وہ اختلاف مدلل ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی اپنی رائے کے استشہاد میں بالتفصیل عقلی نقلی دلائل کا ذکر فرما کر مستفتی کی علمی تشنگی کو سیراب فرماتے ہیں مثال کے طور پر مولوی گنگوہی سے سائل نے سوال کیا۔

(۲) مسئلہ۔ مذہب حنفیہ میں عصر کے وقت کے بارے میں ایک مثل کو زیادہ قوت ہے یا دو مثل کو مفتی بہ اور راجح قول کون سا ہے کسی مسجد میں قبل از دو مثل عصر کی جماعت ہو رہی ہو تو نماز ان کے ساتھ ادا کرے یا نہیں اور اگر مل گیا تو عصر کے فرض ہوئے ساقط یا نفل اور بعد دو مثل اپنی عصر کی نماز ادا کرے اور وہ لوگ جو قبل از دو مثل ادا کرتے ہیں آثم ہوں گے یا نہیں۔

الجواب:۔۔۔ بندہ کے نزدیک ایک مثل کو زیادہ قوت ہے لہٰذا اگر ایک مثل میں کسی نے نماز پڑھ لی فرض عصر اس کے ذمہ سے ساقط ہوئے اور اعادہ جائز نہ ہوگا کہ نفل بعد صلوٰۃ عصر منع ہیں اگرچہ بعد مثلین کے نماز پڑھنا احوط ہے للخروج عن الخلاف فقط[۱]

ایک اور سائل نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں ایک مبسوط استفتاء پیش کیا اور اس میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دونوں مثلین کے بعد عصر کے وقت کے قائل ہیں۔ سائل نے لکھا "اب گذارش ہے کہ مذہب ایک مثل ظہر میں اور بعد مثل عصر میں مفتی بہ اور محقق و معمول بہ از روئے روایات صحیحہ حسب ارشادات اکابرین محققین رحمہا اللہ تعالیٰ آپ کے ہے یا نہیں

الجواب:۔۔۔ وقت ظہر میں ایسا کرنا احتیاط ہے کہ ظہر بعد مثل کے نہ پڑھیں اور عصر قبل مثلین کے نہ پڑھیں اور ایک روایت سے امام صاحب کے بھی یہ ثابت ہوتا ہے اور رہا ایں ہمہ مذہب مثلین پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس عبارت بستان المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز اور تفسیر مظہری سے قطعیۃ اور نفی صراحتہ مثلین معدوم ہوتی ہے لہٰذا مذہب مثلین مرجوع ہے اور ایک مثل قوی اور معمول بہ اکثر فقہا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ[۲]

۱۔ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۹۵

۲۔ فتاوی رشیدیہ ص ۹۴ ج ۲

ایک اور موقعہ پر مولوی گنگوہی لکھتے ہیں۔ برادر اعزہ مولوی محمد صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے روایاتِ حدیثیہ سے ثبوت کا مثل ہوتا ہے دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں بنا لو علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے گو احتیاط دوسری روایت میں ہے فقط والسلام ۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی اس رائے سے کلی طور پر اختلاف کیا ہے اس اختلاف کو مدلل طور پر معتبر احادیث شریفہ اور ائمہ و فقہاء کرام کے اقوال و آراء سے ثابت کیا ہے۔ اگر ان فتاوی کو ہم تفصیل سے لکھیں تو یہ مقالہ بہت طویل ہو جائے گا اس لئے بغرض اختصار ایک جواب کا ملخص پیش کیا جاتا ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا "حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاوی وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی و فیضی کرکی و در مختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح و از روئے دلیل ارجح ہے۔ عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کئے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اسے مرجح و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا ھو الصحیح یہی صحیح ہے الخ (۲) اسی فتوی میں با تفصیل معتبر و متداول فقہی کتب سے دلائل لکھنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

"پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مثل ثانی بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیح نظیف ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بہ تقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۳)

---

(۱) فتوی رشیدیہ ج ۳ ص ۹۴

(۲) فتاوی رضویہ ص ۲۵۶ ج ۲

(۳) فتاوی رضویہ ص ۲۵۸ ج ۲

اموات کو ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کے بارے میں اب تک تو ہم کو اور سب مومنین کو یہی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پناہ رحم و کرم والی ہے اس کے خزانہ کی کوئی حد نہیں ہے اگر کوئی سورہ قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سارے مومنین و مومنات کو بخش دیتا ہے تو سب کو پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے منافی ہے کہ وہ ہر ایک کو ثواب تقسیم کر کے پہنچائے اگر وہ ایسا فرماتا تو پھر ایصالِ ثواب کرنے والے کے پاس کچھ بھی نہ بچتا اور ہر مومن و مومنہ کو بہت قلیل ثواب پہنچتا عقل بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیاوی منیموں کی طرح حساب تقسیم کیا جاتا ہو لیکن فتاویٰ رشیدیہ سے دو فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۲۷۔ ایک شخص تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر اپنے والدین کو بخش دیتا ہے زید نے یہ بات سنکر اس شخص سے کہا کہ تم تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر تمام زمانہ کے مسلمانوں کی ارواح کو بخش دیا کرو ہر ہر فرد بشر کو ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے گا اور تمہارے والدین کے ثواب میں کوئی کمی نہ آئیگی اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانوں کو مع میرے والدین کے اگر ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے اور میرے والدین کے ثواب میں کمی نہ ہو تو سب مسلمانوں کی میں نیت کر لیا کروں گا ورنہ مجھ کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ میں اپنے والدین کا ثواب کاٹ کر اوروں کو دوں اس میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: میرے استادوں کا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے نہ سب کو پورا پورا اور اس باب میں کوئی روایت حدیث کی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

سوال: ... ایصالِ ثواب میں نیت سب اموات کی کرے تو سب کو برابر پہنچے گا یا تقسیم ہو کر پہنچے گا؟

الجواب: ... یہ ثواب سب پر تقسیم حصہ رسد ہوگا جیسا ظاہر ہے اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا پورا ثواب جیسا مشہور ہے کوئی روایت صحیح بندہ کو معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۶۲ (۲) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۸

اسی مسئلہ پر حضرت فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا ان روحوں میں تقسیم ہو جائے گا یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا ہر روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچا لئے۔

الجواب:۔ اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے۔ سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل تقسیم الثواب بينهم او یصل لکل منهم مثل ثواب ذلک کاملا اجاب بانه جمع جا الثانی وهو اللائق بسعة الفضل ۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوی فقیر میں ہے نتیجہ ملنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہاں کا کام بنا دیتی ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین و مسلمات کو پہنچائے رسالک متقسط میں ہے۔

یقرأ ما تیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعا او ثلاثا ثم یقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم

سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص میں سے جو سہولت ہو سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھ کر یہ دعا کرے کہ اے میرے اللہ! جو ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں شخص یا ان سب کو پہنچا۔

محیط و تتارخانیہ و شامی میں ہے۔

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شیء (۱)

نفلی ثواب صدقہ کرنے والے کے لئے افضل ہے کہ سب مومنین و مومنات کے ایصال ثواب کی نیت کرے اس لئے کہ بیشک ثواب سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی

---

(۱)۔ فتاوی رضویہ ج ۴ صفحہ ۲۰۶

فاضل بریلوی نے اس مختصر سے جواب میں سارے مسائل حل فرما دیئے اور فقہا کرام کی آرا بھی پیش فرما دیں جیسا کہ فتوی میں مذکور ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دیگر فتاوی ور سائل میں اس کی تحقیق و تفصیل دی جا چکی ہے اس سلسلے میں اگر مندرجہ ذیل حدیث شریف کو بھی مستدل بنایا جائے تو درست ہے

عن جریر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیء ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیء (مسلم شریف مشکوٰۃ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جو دین اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئیگی۔

اسی طرح کی اور بہت سی احادیث شریفہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین کے ہاں ثواب تقسیم ہو کر نہیں پہنچتا تقسیم تو وہ کرتا ہے جس کا خزانہ محدود ہو اور اس میں اضافہ سے وہ عاجز ہو نہ تو اللہ تعالیٰ کا خزانہ محدود ہے اور نہ ہی وہ عاجز ہے تو پھر تقسیم ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

مُردوں کی رُوحوں کا آنا

دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد مُردوں کی روحیں دنیا میں آتی ہیں یا نہیں، اگر آتی ہیں تو کس کس دن اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس مستفتی نے مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا۔

سوال:۔ شب جمعہ میں مردوں کی روحیں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے۔

الجواب:۔ مردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے گھر نہیں آتیں۔ روایت غلط ہے۔ فقط (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰۹)

سوال :... ارواح مومنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں یہ صحیح ہے یانہیں اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یانہیں ۔ بینوا توجروا۔

الجواب :... ارواح مومنین کا شب جمعہ اپنے گھر وغیرہ کو آنا کہیں ثابت نہیں ہوا یہ روایات واہیہ ہیں ان پر عقیدہ رکھنا ہرگز نہیں چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی ربہ رشید احمد گنگوہی (۲)

ذرا زورِ کلام ملاحظ فرمائیے اور پھر حضرت فاضل بریلوی کی تصنیف اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح (۱۳۲۱ھ) ملاحظ فرمائیے جن میں آپ نے بڑی تحقیق وتدقیق کے بعد فیصلہ صادر فرمایا ہے، مومنین کی ارواح کن ایام میں اپنے گھروں میں آتی ہیں صالحین کی روحوں کا کیا حال ہے اور کفار کی روحیں کہاں مقید ہیں اس کے بارے میں تو ل فیصل بتایا ہے۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کو منقولہ ومعقولہ دلائل سے ثابت کیا ہے تفصیل یہ ہے ۔ مسئلہ ۱۲ رشعبان المعظم ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت انسان کی روح اپنے جسم سے پرواز کرجاتی ہے بعد اس کے پھر بھی کبھی اپنے مکان پر آتی ہے یانہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار وخواہ قرآن مجید یا خیرات طعام وغیرہ ہو یا ردیہ بلیہ ہوتی ہے یانہیں ۔ اور اگر روح اپنے مکان پر آتی ہے تو کس کس دن آیا کرتی ہے اور اس سے منکر (یعنے روحوں کے آنے سے انکار کرنیوالا) گنہگار ہے یانہیں ؟ اور اگر گنہگار ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

فاضل بریلوی نے اس استفتاء پر مفصل اور بہت مدلل جواب تحریر فرمایا ہے جس کا بعینہٖ نقل کرنا تفصیل کا باعث ہوگا، کچھ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں ۔

الجواب :۔ خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں ۔

مستحب است کہ تصدیق الخ

"میت کے دنیا سے رخصت ہونے کے سات روز بعد تک اس کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہ اتفاق اہل علم، نفع بخش ہے اس سلسلہ میں احادیث صحیح وارد ہیں خصوصاً پانی

---

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ـ

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسلسل دلائل کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے۔

عن بعض العلماء المحققین ان الارواح یتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاء وا الی مقابرھم ثم جاءوا فی بیوتہم۔

بعض علمائے محققین سے روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں اور پھیلتی پھرتی ہیں پہلے وہ اپنی قبروں پر آتی ہیں اور پھر اپنے گھروں میں آتی ہیں۔

دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے۔

ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی الخ۔

بے شک مومنوں کی روحیں ہر شب جمعہ اور جمعہ کے دن اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑی ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں' اے میرے گھروالو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقے سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو اور ہمیں بھول نہ جاؤ ہماری غربت میں ہم پر ترس کھاؤ اور رحم کرو۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشورہ اور لیلۃ النصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون علی ابواب بیوتہم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی جو ہمیں یاد کرے ہے کوئی ہم پر ترس کھائے ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے

احد یترحم علینا اھل من احد یذکر غر تبنا ۔ الحدیث

مزید استدلال کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باقی رہا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول کا رواج کا اپنے گھر دل میں آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور اور متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے، نہ ظنیات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کر رد میں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے نزدیک مردود ہوں گی کہ ان روایات میں محض نہیں علم ہے اور تسلیم بھی کر لیجئے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار دل سے زیادہ پر یہی اعجوبہ پھیلا ہوا ہے، اقول

اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو، اگرچہ اسے نفیاً یا اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہونا نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو، سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نہ مقبول ٹھہریں تو اولاً سیر و مغازی و مناقب علوم سب گاؤ خورد دریا برد ہو جائیں حالانکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف الخ اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سات وجوہ کی بنا پر مولوی رشید احمد صاحب کے قول کو باطل ٹھہراتے ہوئے لکھا ہے سابعاً ختم الہٰی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا ہے کہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں اور . . . . وہیں اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو ایک محض بے اصل اور بے سند حکایت سے سند لائے کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" حالانکہ شیخ قدس سرہ نے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرمایا تھا کہ :

"ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است ۔"

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل اور بے سند، بے سر و پا حکایت مقبول و محمود اور بہ

دعوائے ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

خلاصہ کے طور پر آخر میں فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں ۔

آنے کے بارے میں تو اتنی کتب اور علماء کی عبارات ہیں مگر نفی وانکار کے لئے کون سی روایت ہے ۔ کس حدیث میں آیا ہے کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل ۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے ہر طرف مقابل پر روایات موجود، صرف بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف سے نہ روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا طلب ونشان ۔ روحوں کا اگر باب عقائد سے تعلق ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اس باب سے ہو گا اور دعوائے نفی کے لئے بھی دلیل قطعی درکار ہو گی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ... ضروریات میں سے ہے اصلاً حاجت دلیل مفقود ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ آمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوئی ہے اس پر چند مسلمان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لئے حاکم وقت سے درخواست کی تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم نے اجازت دے دی ان حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لئے تمام سامان فراہم کیا ہے اس صورت میں اس مقام پر مدرسہ وکتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا

جناب اہلی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے ۔ لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کر دے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن

---

(۱) مجموعہ رسائل : اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ کراچی حصہ دوم ص ۵۷

غلیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ آہ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم الاحقر محمد رشید

مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کان پور

خلاصہ جواب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسؤلہ اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا جائز ہے اس لئے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لئے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کی دلیل کے لئے کافی ہے۔

درمختار میں ہے۔

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ

ردالمحتار میں ہے الخ عالمگیریہ۔

الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ۔

اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔

قاضی خان مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۷۔

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا آثار المقبرۃ یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابونصر رحمہ اللہ تعالیٰ لا یباح الخ۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر ص ۴۷۰ اور ص ۴۷۱

سئل الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی فی المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ہل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا ولہا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط۔

نیز عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے جواز میت کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتب فرمایا ہے اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرہ کے وقف ہونے میں ہے جیسا کہ مصحح نے عالمگیری مجموعہ مصر میں لکھا ہے۔ عبارت منقولہ عالمگیری پر یہ عبارت لکھی ہے۔

قولہ قال لا هذا الا بنا فی ما قاله الزيلعي لان المانع هنا كون المحل موقوتاً على الدفن فلا يجوز استعماله في غيره فليتأمل وليحرر اهـ مصححه ۔

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں ہے ۔

عالمگیری جلد ثانی ص۴۷۸

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب لا يحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضي ان يصرف اوقافه الى مسجد آخر او حوض آخر قال نعم ولو لم يتفرق الناس ولكن استغنى الحوض عن العمارة الى عمارة وهناك مسجد محتاج الى العمارة او على العكس هل يجوز للقاضي صرف وقف ما استغنى عن العمارة الى عمارة ما هو محتاج الى العمارة فقال لا كذا في المحيط ۔

لہٰذا اس زمین میں جو دفن کے لئے وقف ہو مدرسہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی نہیں ثابت ہو سکتا اور بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبر اس قدر پرانی ہیں اور سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین بالکل صاف معلوم ہوتی ہو، زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لئے وقف ہوئی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہٗ

ونِعم الجواب صحیح کتبہ عبد الرزاق عفی عنہٗ

الجواب الثانی صحیح کتبہ احمد حسن عفی عنہٗ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کہ جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے چنانچہ اس روایت سے واضح ہے۔ یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صہ ۲۵۹۔

فان قلت هل يجوز ان تبنى المساجد على قبور المسلمين قلت قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجد لم ار بذلك باسا وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد أن يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعناهما على هذا واحد۔

اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہٗ

اس استفتاء پر مجیب اول کے جواب مجیب ثانی کے جواب اور مجیب ثالث کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

الجواب

اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب

جواب اول غلط صریح اور حکم ثانی حق و صحیح اور تحریر ثالث جہل قبیح ہے۔
گنگوہی صاحب کا بے محل شگفتہ۔

اولاً سوال میں صاف تصریح بھی ہے "ایک سطح وقف زمین" پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے۔

وقف میں شہرت کافی ہے۔

ثانیاً۔ قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں، یہ سب جگہ جاری نہیں "اسریہ" کا مشارالیہ شہرت ہے یا وانیفیت الخ۔

آگے چل کر مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جواب میں فتاوی خیریہ، عقود الدرایۃ بحوالہ فتح القدیر و ردالمحتار، بحرالرائق، عالمگیری، فتاوی علامہ خیرالدین رملی، ردالمحتار، فتاوی ظہیریہ، خزانۃ المفتین واسعاف، تنویرالابصار، درمختار اور دیگر کتب فقہ واقوال ائمہ اربعہ واحادیث معتبرہ سے استدلال کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔

"اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔

گر ایں است پسند تو نصیبت بادا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الی آخرہ۔ تمت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ، بمحمدن المصطفے النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

مہر ۱۳۰۱

(۱)

(۶)۔ ایسے ہی منی آرڈر کے بارے میں مولوی گنگوہی کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا۔

مسئلہ :۔ ہمارے دیار میں علماء کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلاطائے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جائے گا تو مباح اور جائز ہے دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق اور جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں پس آپ محاکمہ شریف شریعت کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

الجواب :۔ روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں پیسے دیئے جائیں

(۱) مجموعہ رسائل اعلی حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی حصہ اول مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص ۲۲۱

یا نہ دیئے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

اس جواب میں درست نہیں فرمایا گیا ہے جائز ہے یا ناجائز ہے اور کیوں۔ اس کا ذکر نہیں ہے

ایک اور سوال۔ منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیلہ کافی ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے فقط (۱) ۲؎

ایک اور سوال:۔ منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور جو یہ محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

منی آرڈر کے بارے میں ہی ایک اور سوال

اس زمانہ میں جو منی آرڈر بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں۔

الجواب:۔ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں فقط (۳) مد

ان تمام جوابات کی افادیت اور جامعیت سے قارئین خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح کے اس بارے میں اور بھی فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ میں باسانی مل سکتے ہیں۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کوئی نیا مسئلہ پیش ہوا اور ملت اسلامیہ کو اس مسئلے میں اضطراب لاحق ہوا تو فاضل موصوف ایسی تحقیق فرما دیتے ہیں کہ وہ تحقیق نہ صرف اس مسئلہ کے لئے بلکہ اس قبیل کے سب ہی مسائل کے لئے رہنما و رہبر ثابت ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی نے منی آرڈر کے مسئلہ میں بھی ایک رسالہ فاضلانہ تحریر فرمایا ہے جس کو فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۹ پر "المنیٰ والدرر لمن عمد منی آرڈر" نام سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۳۱۱ھ

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۳۷، ج ۲ ص ۱۵۹

(۲)۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۵۷

(۳)۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۳

منی آرڈر کے جواز پر ہر پہلو سے یہ عالمانہ فاضلانہ رسالہ ہے جو فتاوی رضویہ ج ۱۱ کے ص۹ سے ص۳۱ تک شامل ہے۔ اس قدر طویل رسالہ کو نقل کرنے کی اس موقع پر گنجائش نہیں ہے ہاں البتہ جواب کی شروع کی چند سطور نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"وہ فتوی مطبوعہ فقیر غفر اللہ تعالی کی نظر سے گزرا ہے اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے ۲/ آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ ۲/ کاہے کے دیے جاتے ہیں شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیر مشترک کی دکان ہے جو بغرض تحصیل اجرت کھولی گئی تو یہ ۲/ قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں جیسے لفافہ پر ۱/ اور پارسل پر ۴/ وغیرہ ذالک۔ اس کو تو کوئی عاقل ربا خیال ہی نہیں کر سکتا یہ ہرگز نہ اس کا معاوضہ نہ ہمارا دینے والوں میں کسی کو اس روپیہ کے معاوضہ میں کمی بیشی مقصود۔ وھذا من البدیہات التی لا یتوقف فیہا الا امثال المفتین الذین لا بصر لہم فی الدین الخ (۱)

فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں منی آرڈر کے سود نہ ہونے کی بحث کر اور منی آرڈر کے اجارہ ہونے کے مباحث کو نہایت مدلل انداز میں لکھا ہے۔ آپ نے ہنڈوی اور منی آرڈر میں بنیادی فرق کی بھی نشاندہی فرماتے ہوئے شرع میں عرف و تعامل کے اعتبار ائمہ کرام و فقہاء عظام و اقوال متقدمین و متاخرین سے استدلال کیا ہے۔

(۷) سائل نے مولوی گنگوہی سے سوال کیا۔ نوٹ میں زکاۃ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو فلوس میں زکاۃ کیوں نہیں یعنی اگر فلوس میں غیر نقدین ہونے کی زکاۃ نہیں ہے تو نوٹ بھی ایسے ہی ہے اس میں زکاۃ کیوں دینا ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ نوٹ وثیقہ اس روپیہ کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے اگر نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا لے سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہو تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکتے ہیں پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے

---

(۱)۔ فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۰

گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکاۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکاۃ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

مولانا بریلوی نے نوٹ کے بارے میں مکمل تحقیق فرمائی اور اس کے ہر پہلو پر فقیہانہ بصیرت سے غور فرماتے ہوئے فتاوی جاری فرمائے جیسا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ جدید زمانہ کے پیش آمدہ مسائل کو کتاب و سنت، اجماع اور قیاس کے فقہی اصولوں پر پرکھ کر فیصلہ صادر فرماتے ہیں لہذا اس مسئلہ میں بھی انھوں نے ایک جامع فاضلانہ مقالہ قلمبند فرمایا جس کا نام ہے کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)۔

یہ فاضلانہ مقالہ علماء حرمین شریفین کی نظروں سے جب گذرا تو ان سے اعتراف حق کئے بغیر نہیں رہا گیا اور انکی تقریظات مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فقہی کمال پر دلیل ہیں۔ اپنی تحقیق کا اصول لکھتے ہوئے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم وفقنی اللہ وایاک وتولی ھدای وھداک ان النوط من احدث الاشیاء واجدھا لن یجد لہ ذکرا ولا اثرا فی شیٔ من مؤلفات العلماء حتی العلامۃ الشامی ومن ضاھاہ من العلماء الماضین قریبا ولکن الائمۃ شکر اللہ تعالی مساعیہم الجمیلۃ وافاض علینا من برکاتہم الجلیلۃ قد بینوا الملۃ الحنفیۃ بیانا شانیا لیس دونہ خفاء وقد آضت بحمد اللہ تعالی عنزا بیضا لیلہا کنہارہا فاصلوا اصولا وفصلوا تفصیلا وذکروا کلیات تنطبق علی مالا یحصی من جزئیات فالحوادث وان ابت النہایۃ لا تکاد تخرج عما افادونا من الدرایۃ ولن یخلو الوجود ان شاء الملک الودود عمن یقدرہ المولی سبحانہ وتعالی علی استخراج تلک الخبایا والاستریاح من تلک العطایا والمزایا نعم من الافہام لبعید وقریب والانسان یخطیٔ ویصیب وما العلم الا نور یقذفہ اللہ تعالی فی قلب من یشاء من عبادہ فلا

(۱)۔ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۵۴

حیلۃ الا الالتجاء الی توفیقہ سبحانہ وارشادہ (وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل) وعلیہ ثم وعلی رسولہ التعویل جل وعلا وتکرم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم" (۱)

اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد پھر کسی مزید تحقیق و تفتیش کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ اس مسئلہ کے زیرِ بحث بہت سے ایسے فقہی کلیات و جزئیات کا علم ہو جاتا ہے جو جدید پیش آمدہ مسائل میں کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔

سرکار کا حاضر و ناظر ہونا

(۸) آنحضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم سردارِ موجودات اور صاحب لولاک رحمۃ اللعالمین ہیں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے تب بھی احوالِ عالمین آپ پر منکشف تھے اور آج بھی آپ پر منکشف ہیں۔ اس بات پر سارے علماء متفق ہیں۔

صاحب تذکرۃ الرشید کے ایک واقعہ کے بیان سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت کی بھاوج کا حسنِ اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے بے وقت آنے سے کبھی تنگ دل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللّٰہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللّٰہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں۔ اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔"

اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو آنحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللّٰہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اس رویائے صالحہ کا ہی ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔"

---

(۱)۔ مقدمۃ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم از امام احمد رضا خاں

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بھاوج شیعہ مذہب تھیں " (۱)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تذکرہ کو اور اس مسلک کے علماء و فضلا کو یقین ہے کہ یہ خواب سچ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجی صاحب کا بھی علم ہے اور ان کے شاگردوں کا بھی شاگردوں کی کیفیات کا بھی علم ہے۔ بھاوج کے کھانے پکانے کا بھی علم ہے اور ان کے شیعہ ہونے کا بھی علم ہے تو پھر آنحضور سے علم غیب کے انکار کا سبب کیا ہے۔ واضح رہے کہ صاحب تذکرہ نے اس خواب کا تذکرہ میں کئی جگہ ذکر کیا ہے اور حاجی صاحب کو علم وفضل کا مستدل ٹھہرایا ہے۔

اس مسئلہ علم غیب کے اثبات پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فاضلانہ محققانہ عالمانہ کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا تاریخی نام " الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) ہے اس کے علاوہ آپ کی تصانیف "مالیٔ الجیب لعلوم الغیب (۱۳۱۸ھ) اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ) اور انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی (۱۳۱۸ھ) ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اثبات کے دلائل کتاب و سنت سے دیے گئے ہیں۔ معترضین کا جواب نہایت مدلل و محقق طور پر دیا گیا ہے یہی وہ جلیل القدر تصانیف ہیں جن پر علماء حرمین شریفین مصر و شام وغیرہ نے تقاریظ لکھ کر فاضل بریلوی کی فقاہت و تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں کتنا جامع ہے۔ مولانا بریلوی لکھتے ہیں۔

اذ لا نقول بمساواۃ علم اللہ تعالیٰ ولا بحصولہ بالاستقلال ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضا الا البعض لکن بون بیّن بین البعض کالفرق بین السماء والارض بل اعظم واکثر واللہ اکبر فبعض الوھابیۃ لبعض بغض وتوھین ولبعضنا بعض عنہ تمکین لا یقدر قدرہ الا اللہ تعالیٰ ومن اعطاہ (۲)

---

(۱) تذکرۃ الرشید ص ۴۶، ۴۷ ج ۱ (۲) ص ۴۰ الدولۃ المکیۃ از مولانا احمد رضا خاں

علماء وہابیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس صفات کو بار بار گھٹانے کی اور اہانت کی کوشش کی جس کا مجاہدانہ و فاضلانہ جواب فاضل بریلوی نے تحریر فرما کر ناموسِ رسول کی عظمتوں کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا انکار ہے۔

الجواب: ۔ علم غیب خاصۂ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہامِ شرک سے خالی نہیں۔ فقط والسلام مورخہ ۴ ذی الحجہ بروز جمعہ مہر (۱)

(۹) بزرگانِ دین کی قبور سے استمداد مولوی گنگوہی کی نظر میں ممنوع ہے۔ (۲)

مولانا بریلوی نے اس کے اثبات میں ایک رسالہ برکات الاستمداد لکھ کر مدلل جواب لکھا ہے۔ (۳)

استدلالات کی کمی

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں بالعموم استدلالات کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے جس کی وجہ سے جواب نامکمل سا لگتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سی ایسی بھی مثالیں ہیں کہ سائل نے تفصیلی و مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی لیکن اس کی درخواست نامنظور کر دی گئی۔

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں یہ نقص بالکل نہیں پایا جاتا۔ وہ ہر جواب کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں قرآنِ کریم، احادیث شریفہ اور فقہاء کرام کے اقوال کا ذکر بالتفصیل فرماتے ہیں، فتاویٰ رضویہ میں اس کی لاتعداد مثالیں ہیں۔

مولوی گنگوہی سے ایک شخص نے سوال کیا۔

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۴، ص ۱۲۳ ج ۱، ص ۱۵ ج ۲، ص ۱۶ ج ۲، ص ۶ ج ۳، ص ۴۲؟ ج ۳، ص ۵۳، ج ۳، ص ۱۱ ج ۳

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۵، ۶، ۸

(۳) برکات الامداد لاہل الاستمداد از مجموعہ رسائل حصہ اوّل مطبوعہ کراچی۔

سوال :- ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کس موقع پر بدعت اور کس موقع پر جائز فرمایا ہے ۔ زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضرورت ہے کیا اللہ تعالیٰ گونگا ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا آنجناب اس مسئلہ پر مع ثبوت آیت و حدیث کے ارقام فرما دیں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرما دیں اور جناب نے پہلے فتوی میں جو ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا ۔ فقط

جواب :- السلام علیکم ! بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا فرض ہی نہیں جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی فرصت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا ۔ (۱)

سوال :- ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیے ۔

جواب :- ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواب کون فیصلہ کر سکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفتہ ودون الجہر الآیتہ ۔ دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے ۔ قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے نبی کو فرمایا ہے گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات واحادیث بہت جواز پر دال ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

اس جواب میں "سواب کون فیصلہ کر سکتا ہے ۔" قابلِ غور ہے ۔ اس طرح کی بھی بہت سی مثالیں ہیں ۔ (۳)

---

(۱) ۔ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱۷

(۲) ۔ فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۲۲

(۳) ۔ ایضاً ص ۴۲ ج ۱ ص ۴۷ ، ۷۶ ، ۷۷ ، ج ۱

تاویلِ لاحاصل

سوال :- تقویۃ الایمان کے صہ ۴۱ مطبوعہ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

" ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے۔ سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبرِ خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے ان کو۔ پھر آیا میں پیغمبرِ خدا کے پاس پھر میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو۔ کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔ ف یعنے میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدہ کے لائق ہوں۔ الخ۔ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمائیے۔

الجواب :-

مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہے دوسرے مٹی سے ملاقی یا متصل ہو جانا یعنے مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنے ہیں اور جسد انبیا علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کے مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے۔ کچھ اعتراض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

اسی طرح کی بہت سی مثالیں فتاوی رشیدیہ سے نکالی جا سکتی ہیں جن میں توہین آمیز کلمات کی تاویل لاحاصل کر کے شبہ کو مزید تقویت پہنچا دی گئی ہے۔ ایسی مبہم تاویلات اور تقویۃ الایمان کی تائید میں فتاوی رشیدیہ میں متعدد فتاوی ہیں (۲)

---

(۱)۔ فتاوی رشیدیہ صہ ۲۰ ج ۱

(۲)۔ ۲/۱، ۴۵، ۵۱، ۶۴، ۸۶/۱، ۱۱۷/۱، ۱۲۲/۱، ۵/۲، ۶۵، ۶۶/۲، ۲/۳، ۴/۳، ۱۲/۳، وغیرہ

مولوی گنگوہی نے حقیقت پسندانہ تفصیل کو نظر انداز کر دیا

سائل نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا۔ کوئی قسم بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا۔

الجواب :۔ بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

کسی مستفتی نے سوال کیا :

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط (۲)

قارئین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ مولوی گنگوہی نے بدعت کی قسموں کو نظر انداز کیا ہے اور جو کام یعنی ختم بخاری قرون ثلثہ میں نہیں تھا اس بدعت کو بدعت بھی نہیں قرار دیا، یہ عمل فقہی دیانت کے برخلاف ہے، حدیث شریف ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ

(مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قال النووی الخ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کام جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں اور شرع میں

---

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱، ج ۱ (۲) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۱

بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص ہے۔ حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا کہ بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کو سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا اور بدعت یا حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ اور مجسمہ کا مذہب اور ان بدمذہبوں کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے اس لئے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے اور بدعت یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج ابتدائی زمانہ میں نہیں تھا اور جماعت کے ساتھ تراویح اور صوفیائے کرام کے دقیق اور باریک مسائل میں گفتگو اور بدعت یا مکروہ ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک قرآن مجید کی تزئین اور مساجد کا نقش و نگار اور یہ حنفیہ نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

اور بدعت یا مباح ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور یہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے (تحقیق یہ ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے) اور لذیذ کھانے پینے اور رہنے کی جگہوں میں کشادگی اختیار کرنا اور کرتے کی آستینوں کو لمبا رکھنا ان میں سے بعض کی کراہت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسی چیز ایجاد کرنا جو قرآن مجید، حدیث شریف، آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے اور ایسی اچھی بات ایجاد کرنا جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ بری نہیں ہے۔ (۱)

اسی حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدانکہ ہر چہ الخ یعنی جاننا چاہیے کہ وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ کے ظاہری زمانہ کے بعد ہوئی بدعت ہے لیکن انہیں سے جو کچھ حضور کی سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہے اور اسی پر قیاس کیا گیا ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور ان میں جو چیز سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں اور کل بدعۃ ضلالۃ کی کلیت بدعت کی اسی قسم پر محمول ہے یعنی بدعت سے مراد صرف وہی بدعت ہے جو سنت نبوی کے مخالف ہو اور بعض بدعتیں واجب ہیں جیسے کہ علم صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا ہے

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول

کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کا مفاہیم و مطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور قرآن و حدیث کے غرائب کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین و ملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے اور بعض بدعتیں مستحسن اور مستحب ہیں جیسے سرائے اور مدرسہ کی تعمیر اور بعض بدعتیں مکروہ ہے جیسے بعض کے نزدیک قرآن مجید اور مسجدوں میں نقش و نگار کرنا اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسے کہ عمدہ کپڑوں اور اچھے کھانوں کی زیادتی بشرطیکہ حلال ہوں اور غرور و نخوت کا باعث نہ ہوں اور دوسری مباح چیزیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہ تھیں جیسے بیری اور چھلنی وغیرہ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب اور جو بات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کی ہے اگرچہ اس معنی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ کے اقسام میں سے ہے بلکہ حقیقت میں سُنّت ہے۔ (۲)

مولوی گنگوہی نے بدعتِ حسنہ سے سراسر انکار فرمایا ہے (۳) اور بخاری شریف کے ختم کو بدعت بھی نہیں مانا۔ فقہی دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ بالاختصار بدعت کی قسموں کا ذکر کیا جاتا تاکہ سائل کو ذہنی تشفی ملتی جبکہ دوسری طرف فتاویٰ رضویہ میں یہ کمی نہیں ملتی۔ فاضل بریلوی نے اکثر سائل کے معیار کے مطابق جوابات لکھ کر اس کی ذہنی تشفی کی ہے۔

شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ رشیدیہ کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صاحب فتاویٰ نے توحید کے اثبات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بھی کم کیا ہے اس سلسلہ میں انھوں نے نص قرآنی کا بھی خیال نہیں کیا مثلاً

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔

---

(۲)۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۳۸۔

(۳)۔ ص ۹۸ ج ؛ فتاویٰ رشیدیہ

الجواب :۔ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو تاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ (۲)

اس جواب کو پڑھ کر ہر اک صاحبِ نظر سمجھ سکتا ہے کہ مولوی نے جان بوجھ کر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے ان کی نظر میں اولیاء کا درجہ انبیاء سے پہلے ہے تب ہی تو پہلے اولیاء کا ذکر ہوا۔ ان کی نظر میں اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین سب کے مراتب کچھ فرق کے ساتھ برابر ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ نہیں۔ مفتی صاحب نے جواب میں لکھا کہ اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں۔" اور مستفتی رحمتِ عالم نہیں رحمت للعالمین کے بارے میں سوال کر رہا ہے اگر یہ صفت کسی دوسرے کے لئے تاویل جائز ہوتی تو پھر وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ میں اتنی تاکید کیوں فرمائی جاتی۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولوی گنگوہی فرماتے ہیں کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ فقط (۳)

اس جواب میں بھی فقہی دیانت کی کمی نظر آتی ہے جگہ جگہ وہ لکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں میں احوط طریقہ کو اختیار کرتا ہوں۔ کیا صریح شرک کا اعلان احوط طریقہ ہے؟ ایسے نازک مسائل میں جس میں توہینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شائبہ ہو جواب بہت واضح اور مستدل ہونا ضروری ہے۔ مجیب نے ان احادیثِ شریفہ، آثارِ صحابہ اور قرآنی آیات کو سراسر نظر انداز کر دیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد :۔۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ منقولات و معقولات کے فاضل تھے وہ ایک سچے اور پکے مسلمان

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲

۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۰

تھے انھوں نے آدم و ابلیس کے واقعہ سے یہ سبق سیکھا کہ زعم توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ نہ موڑنا چاہیئے ابلیس نے منہ موڑا اور دنیا و آخرت میں رسوا ہوا۔ کہیں کا نہ رہا۔ اللہ کے محبوبوں کی شان ہی نرالی ہے ابلیس یہ نکتہ توحید اور رمزِ محبت نہ سمجھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرا۔ اللہ کے محبوبوں کی شان نرالی ہے تو محبوبوں کے محبوب سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کتنی عظیم ہوگی۔ جن کا ذکر زبور میں ہے جن کا ذکر انجیل میں، جن کا ذکر توریت میں، جن کا ذکر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بلند کیا، کون جانے کب سے بلند کیا، کون سمجھے کہاں تک بلند کیا۔ بلندیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں، امام احمد رضا نے اس بلند مرتبت ہستی کے کمالات کو سارے عالم کے سامنے پیش کیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے انھوں نے شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ) لکھ کر آپ کے آباء و اجداد کی عظمتوں کو اجاگر کیا۔ نطق الھلال بارخ ولادت الحبیب والوصال (۱۳۱۷ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس جانِ جہاں نے رُخِ زیبا سے نقاب کب اٹھائی اور رُخِ زیبا پر نقاب کب ڈالی، النعیم المقیم فی فرحۃ مولد النبی الکریم (۱۲۹۹ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ یوم ولادت باسعادت خوشیاں منانے کا دن ہے۔ العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ (۱۳۰۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو نہیں، ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں نقشہنشاہ وان القلوب بید المحبوب باذن اللہ (۱۳۲۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس تاجدار دو جہاں کو شہنشاہ بھی کہیں تو سجتا ہے۔ منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۲۳ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب رب العالمین کے نام نامی پر عشاق بے تابانہ انگوٹھے چومیں تو خیر و برکت ہے۔ تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ) لکھ کر مقاماتِ مصطفےٰ کی سیر کرائی اور یہ بتایا کہ ان کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ) لکھ کر آپ کے اقتدار و اختیار کا نظارہ دکھایا اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل لکھ کر بتایا کہ ان کے دربار عالی کی یہ شان ہے کہ جبرئیل امین بھی خادمانہ حاضر ہوتے ہیں منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب (۱۳۱۱ھ) لکھ کر بتایا کہ ان کی شانِ اقدس یہ ہے کہ جس کو حرام کردیں حرام ہوجائے اور جس کو حلال فرمائیں حلال ہوجائے الموھبۃ الجدیدۃ فی وجود الحبیب فی مواضع عدیدۃ (۱۳۲۰ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ ان کی محبوبیت کی یہ شان ہے کہ ان کا عاشق جہاں یاد کرتا ہے وہاں موجود پاتا ہے اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون (۱۳۱۸ھ)

میں لکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعتوں اور پہنائیوں کا بیان کیا۔ صلات الصفا فی نور المصطفیٰ (۱۲۹۶ھ) لکھ کر نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دکھایا۔ ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ اس پیکر نور کا سایہ نہ تھا۔ مبین الھدیٰ فی نفی امکان المصطفیٰ (۱۳۲۴ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم میں یگانہ و یکتا ہیں۔ ان جیسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردار انبیاء ہیں۔ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ سردار انبیاء خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ منبۃ المنیۃ لوصول الحبیب الی العرش والرویۃ (۱۳۲۰ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر گئے اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج (۱۳۰۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ واقعہ معراج سے پہلے آپ جہان جاں کیسے نماز ادا فرماتے تھے۔ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (۱۲۹۸ھ) میں لکھ کر بتایا کہ سواد اعظم اہل سنت، اللہ تعالیٰ، مصطفےٰ، آل مصطفےٰ اور اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بدر الانوار فی آداب الآثار (۱۳۲۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ عاشق کے لئے محبوب کی نشانیاں کتنی پیاری ہیں اور ان کے آداب کیا ہیں۔ الکوکبۃ الشہابیۃ (۱۳۱۲ھ) میں لکھ کر عظمت و ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو للکارا اور گستاخان رسول کا منہ بند کیا۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ) میں لکھ کر اس جان جاں کے اس انداز سے گیت گائے کہ سارا چمن چہچہانے لگا۔

شان محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت بتانے کے لئے فاضل بریلوی نے ان ۲۳ کتابوں کے علاوہ اور بھی تصانیف کی ہیں جن میں سے ہر اک اپنے استدلالات کے لحاظ سے بے مثال ہے اور ان کتابوں کا جواب لکھنے سے مخالفین قاصر ہیں۔ ایسی بے مثال و عظیم الصفات ہستی کی شان میں مولوی گنگوہی کا صرف اتنا لکھ دینا کہ "صریح شرک ہے"، عالمانہ اور فقیہانہ نہیں ہے۔ امام احمد رضا کا محققانہ قلم زندگی بھر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا رہا۔ انھوں نے سیرت کے

ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے اور وہ تحقیق فرمائی جو دوسری کتب سیرت میں نظر نہیں آتی۔ (۱)

بیماری میں فتویٰ

فقہی جزئیات کے استحضار اور کتب فقہ پر عبور حاصل ہونے میں مولانا بریلوی کو مولوی گنگوہی پر کئی اعتبار سے برتری حاصل تھی) ان کے متعدد فتاوی اور فقہی رسائل اس دعوی کے اثبات میں پیش کئے جاسکتے ہیں (۱) مندرجہ ذیل سطور میں مولوی گنگوہی کا ایک فتویٰ ہے جو بیماری میں لکھا ہے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہوا ہے اس واسطے میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ دوسرے ہاتھ سے لکھواتا ہوں اس وجہ سے مختصر لکھتا ہوں (۲) اگر آپ کی تسلی ہو جائے تو بہتر ورنہ بندہ معذور ہے۔ قبور سے اس طرح دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کر دے تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں اور یہی بندہ۔۔۔نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳)

---

(۱) ۔ رہبر و رہنما از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی۔

(۱) ۔ رسالہ اغر الاکتنہ فی رد صدقتہ مانع الزکاۃ (۱۳۰۹ھ) در فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۲۳، از مولانا احمد رضا خاں

رسالۃ الوفاق المتین بین السماع الدفین وجواب الیمین (۱۳۱۶ھ) ایضاً ص ۲۲۲

رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ) ایضاً ص ۲۳۵

(۲) ۔ نوٹ: فتاوی رشیدیہ کے سب فتاوی مختصر ہیں وہ سب ایام بیماری کے تو نہیں ہیں۔

۳ ۔ فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۰۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ کی قوتِ حافظہ حیرت انگیز اور محیّر العقول تھی ان کے سوانح نگاروں نے بہت سے مشاہدات قلم بند کئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا ایک دو بار پڑھ لینا ان کو مہینوں اور سالوں کے لئے کافی ہوجاتا تھا حتیٰ کہ کتابوں کی عبارات بھی ذہن میں محفوظ ہوجاتی تھیں، علالت کے زمانہ میں پہاڑ پر گئے ہوئے تھے کوئی کتاب پاس نہ تھی مگر پھر بھی ہر استفسار کا جواب لکھتے رہے اور حوالوں کے ساتھ چنانچہ اسی قسم کے ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں۔

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدتِ گرما گذارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہوں وطن سے مہجور اپنی کتب سے دور لہٰذا شرح و بسط سے معذور مگر حکم بفضلہ تعالیٰ واضح میسور (۱)

علالت اور کتابوں سے دوری کے باوجود جو جواب عنایت کیا اس میں کتب فقہ و حدیث شریف کے ۱۳ حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کتابیں مستحضر تھیں اور علالت کے دوران کتابوں سے دور ہونا ان کے خدمت افتاء کے تحقیقی معیار میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔ (۲)

کتابوں کو پڑھتے پڑھتے جب زیادہ وقت گذر جاتا ہے اور ایک ہی عبارت کئی بار دیکھ لی جاتی ہے تو خود بخود الفاظ ذہن میں محفوظ رہ جاتے ہیں اور صفحات نمبر بھی یاد رہ جاتے ہیں یہ عام تجربہ ہے۔ اللہ والوں کی تو شان ہی نرالی ہے (۳)

اختصار

---

(۱) ۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ۳ ص ۴۸۵ ـ فتاوی ر

(۲) ۔ حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۲۵

(۳) ۔ نوٹ :۔ احقر کے بچپن میں جب میں مدرسہ عالیہ فتحپوری میں زیر تعلیم تھا اور اکثر وقت حضرت قبلہ مرشدی جد امجد شاہ مفتی محمد مظہر اللہؒ کی خدمت میں گذارتا تھا تو کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت نے فتوی لکھتے وقت فرمایا، بیٹے فلاں کتاب لاؤ اور یہ صفحہ نکالو، آپ ضعیف تھے اور ہماری تربیت بھی مقصود تھی جب میں وہ صفحہ نکال کر دیتا تو ملاحظہ فرما کر کچھ نقل فرمانے اور پھر کتاب واپس اپنی جگہ پر رکھنے کو فرما دیتے تھے احقر کو تعجب ہوتا تھا کہ حضرت کو کتابوں میں عبارتیں اور صفحات کیسے حفظ ہوگئیں۔ از راقم

مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مختصر اور آسان زبان میں بھی جامع فتویٰ لکھنے کا ملکہ تھا۔ اس اختصار میں گہرائی اور گیرائی بدرجہ اتم ہوتی تھی۔ فتاویٰ رضویہ میں اس طرح کے فتاویٰ کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ مثال کے طور پر :-

سوال :-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کر کے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے۔ بموجب شرع شریف کے بینوا توجروا۔

الجواب :-

صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے۔ ۱۔ مسلمان کو ناحق تہدید، ۲۔ مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، ۳۔ مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مولوی گنگوہی کے فتاویٰ میں عموماً اختصار ہے کچھ فتاویٰ جامع بھی ہیں لیکن بہت سے فتاویٰ اختصار میں مبہم اور غیر واضح رہ گئے ہیں۔ ؎

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں تناقض

مولوی رشید احمد گنگوہی مجلس مولود کو بدعت اور ممنوع لکھتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سے فتاویٰ ان کے اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں (۲)۔ ان کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۴۵

؎ فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۳، ۷۶، ج ۱

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۲، ص ۵۰، ص ۱۷، ص ۱۴۷، ص ۱۵۱، جلد دوم ص ۱۳۱، ص ۱۲۳ اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر یہی فتویٰ ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ مولود کے جواز پر بہت تفصیل سے لکھتے ہیں اور خود بھی شمولیت کا ذکر کرتے ہیں (۱) وہ لکھتے ہیں۔

"بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچاتے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں (۲) اس وقت میں فرض کفایہ ہے" (۴)

اب عقل حیران ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں جس محفلِ مولود کو بدعت اور ممنوع کہا گیا ہے مندرجہ ذیل فتویٰ میں اس کی تردید ہے۔

ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ غیر شرع اس میں معلوم نہ ہو چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور بس مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے ساتذہ مشائخ کا عملدرآمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہلِ عناد نے انکار نفس مولود شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۵)

مہر

اسی طرح کے تناقضات فتاویٰ رشیدیہ میں اور بھی ہیں۔

---

(۱) مصنف مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ صنہ ۹ ج ۱

(۲) جیسے تغنّی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت کیا جائے

(۴) خیر البیان فی مولد سید الانس والجان از زید ابوالحسن مجددی فاروقی ص ۲۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء

(۵) خیر البیان ص ۲۷۔

مولانا گنگوہی اور مولانا بریلوی کے عربی فتوے

مولانا گنگوہی کا فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل (ص ۱۱۹) میں ایک مختصر عربی فتوےٰ نظر آتا ہے لیکن صفحہ ۱۱۸ پر یہی فتویٰ اردو میں ہے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل فتویٰ اُردو میں ہوگا جس کو عربی میں ترجمہ کرکے علمائے عرب کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ مولانا گنگوہی کی عربی میں کوئی قابلِ ذکر تحریر نہیں اس لئے عربی زبان میں اُن کی مہارت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

مولوی گنگوہی کا عربی فتویٰ

مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک فتوی پر علماء مکۃ المکرمہ کی تصدیقات بھی ملتی ہیں جس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فی ان اللہ تعالیٰ ھل یتصف بصفۃ الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین۔

الجواب:۔ ان اللہ تعالیٰ منزہ من أن یتصف بصفۃ الکذب ولیست فی کلامہ شائبۃ الکذب ابدا کما قال اللہ تعالیٰ ومن أصدق من اللہ قیلا ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالیٰ یکذب فھو کافر ملعون قطعا ومخالف الکتاب والسنۃ واجماع الأمۃ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا نعم اعتقاد اھل الایمان إن ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن فی فرعون وھامان وابی لھب أنھم جہنمیون فھو حکم قطعی لا یفعل خلافہ ابداً لکنہ تعالیٰ قادر علی ان یدخل الجنۃ ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل ھذا مع اختیارہ قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ۔ فتبین من ھذہ الآیۃ أنہ تعالیٰ لو شاء لجعلھم کلھم مومنین ولکنہ

لا یخالف ما قال وکل ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وھو فاعل مختار وفعال لما یرید ھذا عقیدۃ جمیع علماء الامۃ کما قال البیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفرلھم الخ وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ

الحمد لمن ھو بہ حقیق ومنہ الستمد والتوفیق ما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد المذکور ھو الحق الذی لا محیص عنہ وصلی اللہ علی النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالاً کان اللہ لھما (محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال) رقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد مابصیل مفتی الشافعیہ بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ وجمیع المسلمین (محمد سعید بن محمد مابصیل) الراجی العفو من واھب العطیۃ محمد عابد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیۃ ببلد اللہ المحمیۃ مصلیا مسلماً ھذا وما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد فیہ الکفایۃ وعلیہ المعول بل ھو الحق الذی لا محیص عنہ، رقمہ الحقیر خلف بن ابراھیم خادم رفقاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حالاً حامداً مصلیا مسلماً (الشیخ حسین محمد عابد ابن المرحوم) (خلف بن ابراہیم)

ص ۱۱۹، فتاویٰ رشیدیہ ج اوّل

فاضلِ بریلوی کا عربی فتویٰ

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ نہیں بلکہ بہت سے رسائل عربی زبان میں ہیں اگر ان

فتاویٰ کا اس فتویٰ سے تقابل کیا جائے تو یہ فتویٰ نہ مواد کے لحاظ سے افضل ہے اور نہ اسلوب کے لحاظ سے ۔ اس دعویٰ کی دلیل میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم سے ایک عربی فتوے کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ) کے چند اوراق "نمونتہً" پیش کئے جاتے ہیں ۔ اصل فتویٰ بڑے سائز کے ستر صفحات پر مشتمل ہے

كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم
١٣٢٤هـ

ما قولكم دام طولكم فى هذا القرطاس المسكوك المسمى بالنوط ؟
والسؤال عنه فى مواضع :

الاول : هل هو مال ام سند من قبيل الصك ؟

الثانى : هل تجب فيه الزكوة اذا بلغ نصابا فاضلا وحال عليه الحول ام لا ؟

الثالث : هل يصح مهرا ؟

الرابع : هل يجب القطع بسرقته من حرز ؟

الخامس: هل يضمن بالاتلاف بمثله او بالدراهم ؟

السادس: هل يجوز بيعه بدراهم او دنانير او فلوس؟

السابع : اذا استبدل بثوب مثلا يكون مقايضة او بيعا مطلقا ؟

الثامن : هل يجوز اقراضه وان جاز فيقضى بالمثل او بالدراهم ؟

التاسع : هل يجوز بيعه بدراهم نسيئة الى اجل معلوم؟

العاشر : هل يجوز السلم فيه بان تعطى الدراهم على نوط معلوم نوعا وصفة يؤدى بعد شهر مثلا ؟

الحادي عشر : هل يجوز بيعه بازيد مما كتب فيه من عدد الربابي كان يباع نوط عشرة باثني عشر او عشرين او بانقص منه كذلك؟

الثاني عشر : ان جاز هذا فهل يجوز اذا اراد زيد استقراض عشرة ربابي من عمرو ان يقول عمرو لا دراهم عندي ولكن ابيعك نوط عشرة باثنى عشرة ربية منجمة الى سنة تؤدي كل شهر ربية وهل ينهى عن ذلك لانه احتيال في الربا وان لم ينه فما الفرق بينه وبين الربا حتى يحل هذا ويحرم ذلك مع ان المآل وهو حصول الفضل واحد فيهما ؟

افيدونا الجواب - توجروا يوم الحساب .

الجواب :

اللهم لك الحمد يا وهاب صل وسلم على السيد الاواب وعلى آله وازواجه والاصحاب اسألك هداية الحق والصواب .

اعلم وفقني الله واياك وتولى هداى وهداك ان النوط من احدث الاشياء واجدها - لن تجد له ذكرا ولا اثرا في شئ من مؤلفات العلماء حتى العلامة الشامي ومن ضاهاه من العلماء الماضين قريبا ولكن الائمة شكر الله تعالى مساعيهم الجميلة وافاض علينا من بركاتهم الجليلة قد بنيوا الملة الحنفية بياناً شافياً ليس دونه خفاء .

وقد آضت بحمدالله تعالى غراء بيضاء ليلها كنهارها فاصلوا اصولا وفصلوا تفصيلا وذكروا كليات تنطبق على ما لايحصى من جزئيات فالحوادث وان ابت النهاية لاتكاد تخرج عما افادونا من الدراية و لن يخلو الوجود ان شاء الملك الودود عمن يقدره المولى سبحانه وتعالى

على استخراج تلك الخبايا والاسترباح من تلك العطايا والمزايا .

نعم من الافهام بعيد وقريب والانسان يخطئ ويصيب ـ وما العلم الا نور يقذفه الله تعالى فى قلب من يشاء من عباده فلا حيلة الا الالتجاء الى توفيقه سبحانه وارشاده ﴿وحسبنا الله ونعم الوكيل﴾ وعليه ثم على رسوله التعويل جل وعلا وتكرم ـ وصلى الله تعالى عليه وسلم .

فاقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق اول اسئلتك اصل اسئلتك ـ واذا علمت حقيقة هذا القرطاس اتضحت الاحكام كلها من دون التباس .

بيان حقيقة النوط وانه مال متقوم :

اما اصله فمعلوم انه قطعة كاغذ والكاغذ مال متقوم وما زادته هذه السكة الا رغبة للناس اليه وزيادة فى صلوح ادخاره للحاجات وهذا معنى المال اى ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره للحاجة كما فى البحر والشامى وغيرهما .

ومعلوم ان الشرع لم يرد بحجر المسلم عن التصرف فى قطعة قرطاس كيفما كانت كما ورد به فى الخمر والخنزير وهذا هو مناط التقوم كما فى حاشية ابن عابدين وفيه عن التلويح ، المال ما من شانه ان يدخر للانتفاع وقت الحاجة والتقويم يستلزم المالية وفيه عن البحر عن الحاوى القدسى المال اسم لغير الأدمى خلق لمصالح الأدمى وامكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار اهـ[1] .

١ـ رد المحتار ، ٤/٣ (ط : دارالكتب العربية بمصر) .

وقد قال المحقق على الاطلاق فى فتح القدير .

"لو باع كاغذة بالف يجوز ولا يكره"(١).

جزئية النوط :

وهذه ان حققت جزئية النوط اتى بها هذا الامام قبل حدوثه بخمسمائة سنة فانه هو الكاغذ الذى يباع بالف ولا غرو، فكم من مثل هذه الكرامات لعلمائنا الكرام؟ نفعنا الله تعالى ببركاتهم فى الدنيا والآخرة أمين .

فلاريب ان النوط بنفسه مال متقوم يباع ويشترى ويوهب ويورث ويجرى فيه جميع ما يجرى فى الاموال .

الرد على من توهم ان النوط صك لامال :

اقول ومن الظن بل من اردء الشكوك توهم انه سند من قبيل الصكوك اى ان السلطنة التى تروج هذه القراطيس تستدين من آخذيها الدراهم وتعطيهم هذه تذكرة لديونهم ولمقاديرها فاذا جاءوا بها الى السلطنة قضتهم ديونهم واخذت قراطيسها وان اعطوها غيرهم من الرعايا فهم يستدينون من اولئك الأخرين ويحيلونهم على السلطنة ويعطونهم تلك التذكرة علما على الاحالة كى يتوصلوا بها الى اخذ مثل ديونهم من السلطنة المديونة لمدينيهم وهكذا كلما تداولت الايدى تكررت الادانات والحوالات هذا معنى كونه سندا .

وكل طفل عاقل يعلم ان هذه المعانى مما لا يخطر ببال احد من المتعاملين بها ولايقصدون قط بهذا التداول ادانة ولا استدانة ولاحوالة

١- فتح القدير للامام ابن الهمام ٥/٤٢٥ (ط : المطبعة الكبرى بمصر) .

ولايذهب خاطرهم الى شئ من ذلك اصلا ولا ترى احدهم قط يذكر فى دفتر ديونه على الناس من اخذ الدراهم منه باعطاء النوط ولايقول له مدة عمره انك استدنت منى كذا فاقضنى وخذ تذكرتك منى ولا فى دفتر ديون الناس عليه من أ . هوالدراهم منه واعطاه النوط ولايذكر لاحد فى حياته ولاعند مماته ان لفلان على كذا فاقضوه وخذوا تذكرتى منه والظلمة المتهتكة المعتادة بأكل الربا جهارا لايدينون احدا درهما الا بربا يوضع عليه كل شهر ما لم يقض وتراهم ياخذون النوط ويعطون الدراهم ولا يطلبون عليها فلسا واحداً لا على شهر ولا على سنين ولو علموا انه ادانة لما تركوه قطعا فالحق انهم جميعاً انما يقصدون المبادلة والبيع والشراء ومن اخذ النوط يعلم قطعا انه ملكه بالدراهم ومن اعطاه يعلم قطعا انه اخرجه من ملكه بالدراهم وصاحبه يعده من ماله وكنزه كالنقدين والفلوس ويدخره ويهبه ويوصى به ويتصدق فلا يفهمون الا البيع والناس عند مقاصدهم وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى[1] .

فمن المتيقن الذى لا يحوم حومه شبهة انه عند الناس مال متقوم محرز مدخر مرغوب فيه يباع ويشترى ويجرى فيه كل ما فى المال جرى .

الكلام على علو اثمان النوط :

اما ما ترى من علو اثمانه فقطعة بعشرة واخرى بمائة واخرى بالف .

فاقول : قدمنا عن "الفتح" ان قطعة قرطاس تصلح ان تباع بالالف وذلك بالتراضى بين العاقدين فقط، فكيف اذا تراضى عليه امم من

ـ البخارى ١/١٠ .

الناس وجعلوا هذه القطعات بهذه الأثمان اصطلاحاً منهم على ان الضرب السلطانى له قيمة عند الشرع ايضاً الا ترى ان من سرق عشرة دراهم مضروبة قطع ومن سرق تبرا غير مضروب وزنه قدر عشرة ولا تبلغ قيمته عشرة مضروبة لم يقطع كما نص عليه فى الهداية[1] وغيرها عامة كتب المذهب، والفلوس المضروبة المقدرة بربية ان اخذت قدرها وزنا من النحاس لا يساوى ربية قطعا بل قد لا يساوى نصفها - بل ترى مثل ذلك فى الفضة فقد كانت فى قريب من الزمان فضة تساوى ربيتين وزنا بربية واحدة فى بلادنا وكانت الجهلة يشترون ولا يعلمون ما فيه من وبال الربا، فاذا حصل بالضرب التضعيف فالضعف والاضعاف سواء - ومن الجلى عند كل من ورد ولو عابر سبيل مشرع الشرع الجليل او منهل العقل السليم ان الشئ التافه جدا، ربما يعرض له ما يجعله اغلى من ألوف امثاله وربما اشتريت جارية بمائتى الف واكثر ولا يرغب فى اخرى بثلاثين درهما مع ان الاوصاف لا قسط لها من الثمن حتى الاطراف ما لم تصر مقصودة بالاتلاف فما هى الا ثمن الذات زادته الاوصاف لزيادة الرغبات .

ارءيتك ان كانت ورقة كاغذ فيها علم نفيس عجيب نادر غريب وكان رجل يطلبه ويعرف قدره فاشتراها بعشره الأف هل فيه من خلاف، كلا بل حلال طيب بنص القرآن والاجماع من دون نكير ولا نزاع قال تعالى : ﴿الا ان تكون تجارة عن تراض منكم﴾[2]

١- عبارة الهداية : لو سرق عشرة تبرا قيمتها انقص من عشرة مضروبة لايجب القطع - الهداية ١/٥١٨ .

٢- القرآن الحكيم، النساء آية ٢٩ .

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی تحریر پڑھنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ فاضل موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عربی ادب کے مشہور و معروف انشاء پردازوں کا رنگ ملتا ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر ابن المقفع (م ۱۴۲ھ) جاحظ (م ۲۵۵ھ) ابن العمید (م ۳۶۰ھ) بدیع الزمان ہمدانی م ۳۹۸ھ) حریری (۴۴۶ - ۵۱۶ھ) جیسے فاضل ادیبوں و انشاء پردازوں کی نگارشات کی مکمل جھلک ملتی ہے۔ فاضل موصوف کی عربی تحریرات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ۲۰ ویں صدی کے ہندوستانی عالم کی تحریرات ہم پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالص عربی النسل ادیب اور فقیہہ کی تحریرات ہمارے سامنے ہیں۔ الفاظ و معانی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا ہے جو اپنی روانی میں نادر المثال ہے۔ سلیس اسلوب بیان، پرشکوہ الفاظ اور فصاحت بیان قابلِ صد ستائش ہے یہی وہ خصوصیات ہیں جن سے متاثر ہو کر بھارت اور علماء حرمین شریفین زادھا اللہ شرفاً کے فضلاء و علماء نے فاضل بریلوی کی تصانیف کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر جناب عبدالحئی لکھنوی سابق جنرل سیکریٹری ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں مولانا شیخ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد بذلک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم الذی الف فی مکۃ سنۃ ثلاث وعشرین وثلث مائۃ الف" (۱)

حکیم عبدالحئی صاحب نے تو امام احمد رضا خاں کا تفقہ نادر المثال لکھا ہے صرف ان کے زمانہ میں، لیکن احقر اس بات کو بلا جھجک کہتا ہے کہ پچھلی کئی صدیوں میں اور آئندہ کئی صدیوں میں فاضل بریلوی جیسا فقہ حنفی میں تفقہ و تبحر نادر الوجود ہے۔

الدولۃ المکیۃ میں بہت سی وہ تفصیلات مل جائینگی جن میں علماء حرمین شریفین

---

(۱) ۔ نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۴

نے بڑی فراخدلی کے ساتھ فاضل بریلوی کے فقہی تبحّر کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے کسی ہندوستانی عالم کی علمی اور فقہی تصنیفات پر اتنی بڑی تعداد میں علماءِ عرب کا اعتراف کمیاب ہے۔ (۱)

مجلس مولود شریف، ذکرِ شہادت اور عُرس و فاتحہ کے بارے میں مولوی گنگوہی کے غیر محتاط فتاویٰ

فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصّوں میں اور تذکرۃ الرشید کے باب الافتاء میں ایسے فتاوی کی کمی نہیں ہے جن میں بڑی فراخدلی کے ساتھ مولوی گنگوہی نے مجلس مولود شریف، ذکرِ شہادت اور عرس و فاتحہ کے بارے میں اپنی رائے دی ہے اور اپنے "احوط" مسلک کو چھوڑ کر "غیر احوط" طریقہ کو اپنایا ہے۔ یہاں پر ہم چند فتاوی ذکر کرتے ہیں۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہ ہر کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے حلیندہ' مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبیہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے ایصال ثواب بدون اس ہیئتہ کے درست ہے اور سوئم و دہم جملہ رسوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام میں مشابہت ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بھی بدعت ہے اگرچہ ایصالِ ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہت کے درست ہے۔ فقط (۲)

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

رقیمہ نیاز محمد امتیاز علی طالب علم مدرسہ قصبہ سہنپور۔

جواب طلب مع حوالہ کتب

---

(۱) تفصیل کے لیئے فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، مؤلفہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطالعہ کریں

(۲) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۴۷۔

الجواب :۔

انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جاویں گے تو پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا۔ فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

تعجب تو یہ ہے کہ مولوی گنگوہی کے لئے مولود سننے میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا قول بھی حجت نہیں ہے۔ (۲)

سوال :۔ مولود شریف اور عرس کو جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود و عرس کرتے تھے یا نہیں۔

الجواب :۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں ہے علی ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھی پھر کسی وقت میں منع ہو گئی۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے فقط (۳)۔ شاہ صاحب کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ایک اور مستفتی نے شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عمل مبارک کا ذکر کیا ہے کہ وہ مولود شریف کرتے تھے اور اس روز کھانا تیار کراتے تھے تو صاحب فتاویٰ نے اس کی بھی تاویل لاحاصل کر دی اور مولود کے اثبات کے قائل نہیں ہوتے (۴)

مولوی گنگوہی مجلس مولود شریف کو ترک کرنے کی تاکید کا اس قدر دھیان رکھتے ہیں کہ اگر سائل نے اس کے بارے میں پوچھا بھی نہیں ہے تو بھی وہ اپنے جواب میں اپنی رائے شامل

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹۲

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۰

(۳)۔ ایضاً ج ۱ ص ۵۰

(۴)۔ ایضاً ج ۱ ص ۱،۷۲

کر دیتے ہیں کیا یہ "احوط" طریقہ تو نہیں ہے۔

سوال :۔ سوئم و چہلم وغیرہ کی مجلس تخصیص دن کے منع ہے یا بالکل ہی ترک کرنا چاہیئے اور اس مجلس میں جانا چاہیے یا نہیں ؟

الجواب:

مجالس مروجہ زمانہ ہذا میلاد و عرس و سوم و چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیئے کہ اکثر معاصی و بدعات سے خالی نہیں ہوتی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

"واضح رہے کہ سائل نے میلاد و عرس کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

مولوی گنگوہی ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں۔

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ مجلس مولود مروج بدعت ہے اور اس میں قیام کو سنت موکدہ جاننا بھی بدعت ضلالہ ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علماء صلحا کا ہاتھ چومنا مباح ہے اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا بھی مختلف فیہا ہے جس کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو ان کا اسماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرنا ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے۔ بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم روز دوشنبہ ۲ صفر المظفر از گنگوہ (۲)

ذکر شہادت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہ حرام لکھتے ہیں۔

سوال :۔ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایات صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت، دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے فقط (۳)

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۶۳ ج ۲ (۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۴۲

(۳)۔ ایضاً ج ۳ ص ۱۴۵۔

اس معاملہ میں مولوی گنگوہی کے ہاں رعایت نہیں ہے حتیٰ کہ شاہ صاحب کی لکھی ہوئی کتاب سر الشہادتین کو پڑھنا ذکر شہادت کے طور پر بھی ممنوع ہے اور وہ اس کو ناجائز لکھتے ہیں بالکل جھجک یا احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں میں اس طرح کی مثالیں بکثرت ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی تحریروں سے شانِ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے بجائے تنقیص مترشح ہوتی ہے اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بجائے اہل یزید سے ہمدردی اور محبت کا رجحان ملتا ہے۔

عُرس میں شرکت

ناتحہ سوم چہلم وغیرہ اور عرس کی محافل ان کی نظر میں ممنوع ہیں یہ ممانعت قطعیہ ہے اس میں وہ جگہ جگہ حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ حرام اور مکروہ تحریمی دو اصطلاحیں فقہ میں ہیں۔ حرام کا فتویٰ دینے میں کون سی نص قطعی ان کے سامنے ہے یقین نہیں کیا جا سکتا۔

سوال :۔ میلہ ہنود و عرس مسلمانوں میں جیسے کہ ہردوار، پیران کلیر اور اجمیر ہے واسطے سوداگری یا خریدنے کسی شے ضرورت کے خاص و عام کو جانا کیسا ہے۔

الجواب :۔ میلوں میں ہنود و مسلمانوں کے جانا تجارت کے واسطے بھی حرام ہے اگرچہ جو مال فروخت ہو اس میں خدمت نہیں ہوتی۔ فقط (۱)

ذرا غور فرمائیں کہ مولوی صاحب کی نظر میں بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس کے دنوں میں جانا کسی بھی مقصد سے حرام ہے اور یہ اعراس وغیرہ کی محفلیں ہردوار کی مشرکانہ محفلوں اور میلوں کے مشابہہ ہیں۔ استغفر اللہ۔

ہنود و مسلمانوں کے میلوں میں خرید و فروخت بھی اگر حرام ہے تو عوام بے چارے کہاں خرید و فروخت کریں اگر ان کو یہ فتویٰ لگانا ہی تھا تو اس کے لئے ٹھوس نقلی اور عقلی دلائل کی ضرورت ہے۔

ایک اور فتویٰ

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۳۰

سوال :۔ عرس میں بے ضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے زید یہ کہتا ہے کہ اس جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ کہنا اس کا کیسا ہے۔

الجواب :۔ بے ضرورت بھی جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں البتہ فسق ہے۔

معلوم ہوا کہ عمداً حرام کا مرتکب فاسق ہوتا ہے کافر نہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ایک اور فتویٰ

سوال :۔ کتاب حارق الاشرار صفحہ ۱۰۵ حاشیہ تذکیر الاخوان (مجتبائی دہلی) میں لکھا ہے کہ سفر کرنا واسطے زیارت بزرگان دین کے یعنے بجائے مکہ و مدینہ شریف کے جائز نہیں ہے۔ زید کہتا ہے کہ جب زیارت کرنا سنت مقرر ہوا تو سفر دور دراز کرنے میں کیا نقصان ہے۔ قول حارق الاشرار والے کا ضعیف معلوم ہوتا ہے یہ کہنا زید کا کیسا ہے؟

الجواب :۔

قبور بزرگانِ دین کی زیارت کو سفر کرکے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست لکھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں نزاع تکرار نہیں چاہیئے مگر ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے فقط (۱)

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو لوگ اور وفود بزرگان دین کے اعراس میں شرکت کی غرض سے جاتے ہیں اور کسبِ فیض کرتے ہیں اور مسلم حکومتیں اس سفر کے لیے مخصوص رعایات دیتی ہیں۔ وہ سب حرام کے مرتکب ہیں اور حرام کو حلال سمجھنے والا اور عمداً اس پر عمل کرنے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس فتویٰ کے مطابق تو مومن چند لوگ ہی بچیں گے۔ اس فتویٰ سے تو ان کے اکابر کا ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح کے فتاویٰ کی کمی نہیں ہے ایک امر مندوب مباح کیوں

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ صفحہ ۳۰

ممنوع ہوگیا۔ امور غیر مشروعہ کا ارتکاب نہ بھی ہو تو اس کو منع اور حرام لکھ دینا دیانت فقیہہ کے خلاف مزدور ہے کچھ نہیں تو تشبہ با ہنود کا الزام لگایا گیا۔ یہی مفتی صاحب بچہ کی سالگرہ منانے کو جائز لکھتے ہیں حالانکہ اس فعل میں تشبہ بالنصاراں موجود ہے۔

سوال :۔ سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور بعد چند سال کے کھانا بوجہ اللہ کھلانا بھی درست ہے۔ فقط (۱)

مسجد کی تعمیر میں مومنوں کے علاوہ اور کن لوگوں کا پیسہ لگ سکتا ہے یہ اختلافی مسئلہ ہے آیا مشرکین کا پیسہ جائز ہے یا نہیں مسجد کے لئے اس کا استعمال کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ بہت سے سوالات ہیں جو ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اس بارے میں مولوی گنگوہی کا فیصلہ

سوال :۔ شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے، چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔... اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۲)

میری نظر میں اس فتویٰ میں مزید تفصیل اور دلائل کی ضرورت تھی۔ فتاویٰ رشیدیہ کے بہت سے فتاویٰ میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ ایسے اہم معاملات میں مولوی گنگوہی بغیر کسی دلیل کے غیر احوط طریقہ کو اختیار فرماتے ہیں اور جو مسائل ائمہ اربعہ اور اکابرین ملت سے منقول ہیں انھیں اپنے مسلک کے مطابق کرنے کے لئے اشکال کا اظہار کر دیتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکی مثالیں موجود ہیں۔

اس کے برخلاف امور تعبدیہ میں وہ بہت نرم ہیں۔ مثلاً

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۸۰۔

(۲)۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۹۔

سوال :... تو مرد جلسہ میں دعاء مسنونہ نہ پڑھنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہوہ لازم ہوتا ہے یہ قول صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ یہ مسئلہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ فقط (۱)

فتاوی رضویہ میں اس طرح کی فرد گزاشتیں اور غیر محتاط بے اعتدالی نہیں پائی جاتی۔

مولوی گنگوہی کی یزید کی حمایت اور تاریخ کو نظر انداز کرنا

سوال :۔ یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے تو وہ یزید آپ کی رائے میں کافر ہے یا فاسق (۱)

الجواب :۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدۂ قلب پر موقوف ہے۔ فقط

تشریح :... ملاحظہ ہو مولوی صاحب نے لفظ "مومن" لکھ کر یزید کو صالح مومن ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے لکھا ہے کہ وہ پہلے بسبب قتل کے فاسق ہوا یعنے اس واقعۂ کربلا سے پہلے اس سے کوئی فسق و فجور ظاہر نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اس کی بیعت سے پھر کیوں انکار فرمایا اور اس کے فتنہ سے ملت کو آزاد کرانے کا کیوں عزم فرمایا۔

سوال :۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے روبرو یزید پلید کو ولی عہد کیا ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا اس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔ فقط (۲)

مستفتی نے چونکہ سوال میں یزید کو پلید لکھ دیا تھا اس لئے مولوی گنگوہی کو یزید کی حمایت لینی پڑی۔ سائل نے صرف یہ پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی میں ولی عہد کہا تھا یا نہیں۔ اس نے یزید کی صلاحیت اور نیکی کے بارے میں دریافت ہی نہیں کیا تھا لیکن مجیب موصوف نے

---

(۱)۔ فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰

(۲)۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۱

نے لکھا کہ وہ اچھی صلاحیت میں تھا نہ معلوم وہ کون سی صلاحیت تھی جس کو تاریخ محفوظ نہ کرسکی اور سینہ بہ سینہ یہ علم منتقل ہوا۔

سوال :- جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اقرار نامہ لکھا تھا کہ تازندگی یزید کو ولی عہد نہ کروں گا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قول سے کیوں پھر گئے اور یزید کو کیوں ولی عہد کیا۔ صحابی سے اقرار توڑنا بعید معلوم ہوتا ہے۔ قمار باز اور شراب خوار یزید پہلے ہی سے تھا یا ولی عہدی کے وقت نہ تھا۔ مفصل صحیح کس طرح ہے۔

الجواب، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی عہد یزید کے خلیفہ نہ کرنے کا نہیں کیا یہ واہیات وقائع ہیں۔ فقط

یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔ فقط

دروس التاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ایک معاہدہ کا ذکر ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت امام نے جب خلافت سے دستبرداری قبول کی تو کچھ شرطیں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سنبھالیں گے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے مہر لگا کر ایک سفید سادہ کاغذ دو معتبر اشخاص کے ساتھ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ آپ اس کاغذ پر جو شرائط لکھ دیں گے مجھے منظور ہے اور حضرت امام نے وہ شرائط لکھ کر بھیجیں لیکن بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب میں سے چند شرطوں پر عمل کیا۔

صرف یہی ایک فتویٰ نہیں ہے بلکہ فتاویٰ رشیدیہ کے ہر حصہ میں ایسے کثیر فتاویٰ ہیں حتیٰ کہ مجیب نے سرالشہادتین کا پڑھنا بھی محرم میں منع اور ناجائز لکھا ہے[1] جب کہ یہ کتاب خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ہے۔

خالی الذہن ہو کر غور کرنے کے بعد اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یا تو یہ لوگ نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت شہادت ہی نہیں سمجھتے بلکہ خروج و بغاوت کی شرعی تعزیر گردانتے ہیں یا پھر یزید کے جذبہ حمایت میں یہ اتنا بھی برداشت نہیں کرسکتے کہ امام واجب

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۸

الاحترام کی دردناک مظلومی، حق پرستی اور رقت انگیز واقعہ شہادت کا اظہار کرکے یزید کے مظالم و شقاوت کی داستان منظرِ عام پر لائی جائے۔

یزید کی زندگی کا تاریخی پس منظر

یزید کے بارے میں "دروس التاریخ الاسلامی واحوال الدول العربیہ" تالیف الشیخ محی الدین الخیاط الجزء الثالث۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۴۱ء بمطابق رجب ۱۳۶۰ھ میں یہ عبارتیں قابلِ ذکر ہیں۔

الدرس الرابع۔ تتمۃ خلافۃ معاویۃ ابن ابی سفیان وخلافۃ ابنہ یزید
اول ملک وارثی

بلغ من حرص معاویۃ علی الملک ان حال حصر الملک فی آلہ ورھطہ فنجح، واول عمل عملہ لذلک حمل الناس علی مبایعۃ ابنہ یزید فی حیاتہ علی ان یکون الخلیفۃ بعد مماتہ مع اشتہارہ بسوء السیرۃ والتہتک الخ (۱)

خلافۃ یزید بن معاویۃ، اول ملک متہتک

لما توفی معاویۃ بویع لولدہ یزید بالخلافۃ فی سنۃ ۶۰ھ وھو معروف بالتہتک الی درجۃ نہائیۃ (وھو اول ملک متہتک فی الاسلام) وقد علمت مما تقدم ان اباہ استخلفہ قبل موتہ وکتب الی البلاد بمبایعتہ، فبایعہ الاکثرون مکرھین الا الاربعۃ الماء ذکرھم الخ (۲)

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دروس التاریخ، تاریخ اسلامی کی وہ جامع

---

(۱) دروس التاریخ ج ۳، ص ۲۲ ، (۲) ایضاً ص ۲۶

کتاب ہے جو ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں کورس میں شامل ہے اور علماء دیوبند کو اس کتاب پر پورا اعتماد ہے تب ہی تو کورس میں شامل کر رکھا ہے۔ جب اس کتاب میں یزید کی بدمعاشی بدکرداری اور رسوائے زمانہ ہونے کی شہادت دے گئی ہے تو پھر مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس کون سا ایسا ثبوت ہے جس سے انھوں نے یزید کو صالح تحریر فرمایا۔

یہ بھی ذکر کر دینا موقع کے مناسب ہوگا کہ صاحب کتاب نے مندرجہ ذیل مآخذ تاریخ سے استفادہ کیا ہے تب اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔

۱۔ تاریخ ابن جریر الطبری المسمی تاریخ الامم والملوک۔
۲۔ تاریخ ابن الاثیر المسمی الکامل
۳۔ تاریخ ابن خلدون المسمی العبر و دیوان المبتدا والخبر
۴۔ تاریخ ابی الفداء المسمی المختصر فی اخبار البشر
۵۔ تاریخ الفخری المعروف بابن طباطبا
۶۔ تاریخ مروج الذھب للمسعودی
۷۔ تاریخ العربیہ
۸۔ تاریخ الدوحی
۹۔ تاریخ السیرۃ الحلبیۃ للحلبی
۱۰۔ تاریخ فتوح البلدان للبلاذری
۱۱۔ تاریخ العقد الفرید لابن عبد ابہ
۱۲۔ تاریخ الامامۃ والسیاستہ لابن قتیبۃ
۱۳۔ تاریخ الحیاۃ الحیوان الامیری

مؤلف نے ان اہم مآخذ کی تفصیل کے بعد لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے وہ مآخذ تاریخ ہیں جن کا ذکر یہاں میں نہیں کر رہا چونکہ وہ سب مآخذ کا مرجع یہی مصادر ہیں۔

اب کون سا وہ مآخذ ہے جس میں یزید کی نیک چلنی کی گواہی دی گئی ہو اسی کتاب کے صے ۳۵-۳۶ پر یہ عبارت بھی قابل ذکر ہے۔

ثم توفی یزید سنة ٦٤ھ وعمره ٣٨ سنة، وخلافة ثلاث سنوات، وكانت سيرته سيرة تهتك و خزق ، وهو اوّل من اتخذ الخصيان في الاسلام، وقد جنى عليه ارلج جنايات قتل الحسين، واباحة المدينة، وهدم الكعبة واتخان الخصيان . ! (۱)

یزید کے بارے میں تاریخ کے آئینہ سے میں ان حقائق کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ کیا ملت اسلامیہ کے ایک امام عادل کی یہی زندگی ہونی چاہیئے ۔ علامہ ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ۔

" وقد روی ان یزید کان قد اشتھر بالمعازف و شرب الخمر والغناء والصید واتخاذ الغلمان والکلاب والنکاح بین الکباش والدباب والقرود الا و ما من یوم یصبح فیه مخموراً وکان یشد القرد علی فرس بسرجة بحلل ولیسوق و یلبس القرد قلانس الذھب وکذلک الغلمان وکان یسابق بین الخیل وکان اذا مات حزن علیه ۔ " (۲)

البدایۃ میں ہی یزید کے بارے میں یہ بھی تصریح ہے ۔

" وکان فیه ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلاۃ واماتھا فی غالب الاوقات ۔ (۳)

ترجمہ :۔ " نقل و روایت سے ثابت ہے کہ یزید سرود و نغمہ ساز و راگ، شراب نوشی اور سیر و شکار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا ۔ نو عمر لڑکوں، گانے والی دوشیزاؤں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا سینگ والے لڑاکا مینڈھوں سانڈھوں اور

---

(۱) دروس التاریخ، ج ۳، ص ۳۶ ۔ ۳۵

(۲) البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ۔ ص ۔ ۲۳۶ (۳) ایضاً، ص ۲۳۰

بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہر دن صبح کے وقت میں نشہ میں مخمور اٹھتا تھا۔ زین کسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ کر پھراتا تھا۔ بندروں اور نوعمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کراتا تھا جب کوئی بندر مرجاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔"

"اور اس کے اندر شہوات نفس کی طرف میلان اور بعض نمازوں کے ترک اور اکثر اوقات انھیں نذر غفلت کر دینے کی عادت تھی۔"

یزید کی بدکرداری وعیاشی کے بارے میں مفتی شوکت علی فہمی نے اپنی تصنیف مکمل تاریخ اسلام" میں لکھا ہے۔

"یزید چونکہ عیاش شرابی، زانی اور ناکارہ نوجوان تھا اس لئے اس کی ولی عہدی کی مخالفت دوستوں اور دشمنوں سب نے ہی کی لیکن امیر معاویہ چونکہ اس کی ولی عہدی کا فیصلہ کر چکے تھے اس لئے انھوں نے ڈرا دھمکا کر اور دے دلا کر مصر، شام وعراق کے باشندوں سے تو کسی نہ کسی طرح یزید کی ولی عہدی کی بیعت حاصل کر ہی لی لیکن حجاز جسے سب سے بڑی مذہبی حیثیت حاصل تھی وہاں کے لوگ کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ آخر اہلِ حجاز کو ہموار کرنے کے لئے امیر معاویہ کو خود مکہ اور مدینہ کا سفر کرنا پڑا۔ یہاں پانچ ایسے مقتدر حضرات تھے جن کا سارے حجاز پر اثر تھا یہ پانچ بزرگ یہ تھے۔ حضرت امام حسین، عبدالرحمان بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ علیہم اجمعین)" (۱)

اسی تاریخ اسلام میں صـ ۲۸۳ پر مفتی شوکت علی فہمی نے لکھا ہے۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ یزید ایک سرے سے ہی حکمرانی کے قابل نہ تھا۔" (۲)

مختصر تاریخ اسلام مکمل کے مصنفین بشیر احمد طاہر اور محمد جلال الدین سعید بھی یزید کے

---

(۱)۔ مکمل تاریخ اسلام ص ۲۸۳

(۲)۔ ایضاً ص ۲۸۳۔

بارے میں لکھتے ہیں :۔

"امیر معاویہ کے انتظام اور پیش بندیوں کے باوجود ان کے جانشین یزید کے لئے خلافت کاراستہ ہموار نہ تھا جب ان کے انتقال کے بعد یزید نے نئے سرے سے تمام اہل عرب سے بیعت لینی چاہی تو امام حسین نے حق و صداقت کا علم بلند کیا اور یزید کے فسق و فجور پر نظر کرتے ہوئے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔" (۱)

یزید کی عیاشی اور فسق و فجور کے واقعات سے تاریخ اسلام کی معتبر کتابیں بھری پڑی ہیں اس کے باوجود بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جدال و قتال فتنہ بغاوت فرو کرنے کی جہت سے جائز تھا اور یزید نے اپنا شرعی حق استعمال کیا ایسے باطل خیالات کی تردید بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

"وقد غلط القاضی ابو بکر بن العربی المالکی فی هذا فقال فی کتابه الذی سمّاه بالعواصم والقواصم ما معناه ان الحسین قتل بشرع جده وهو غلط حمله علیه الغفلة عن اشتراط الامام العادل ومن اعدل من الحسین فی زمانه امامته وعدالته فی قتال اهل الآراء۔"

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱۔

قاضی ابو بکر ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب العواصم والقواصم میں یہ کہہ کر سخت غلطی کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا کی شریعت کے مطابق قتل کئے گئے یہ سراسر غلط ہے غلطی کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے امام کے خلاف کھڑے ہونے والے کے لئے جو قتل کی سزا تجویز کی ہے وہیں شرط یہ ہے کہ وہ امام عدل ہو قاضی صاحب نے امام عادل کی اس شرط کو نظر انداز کر دیا ہے حسین کے زمانے میں ملت کی امامت و سرداری کیلئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عادل و ثقہ کون ہو سکتا تھا کہ خواہش پرستوں سے جنگ کرے۔

ذرا خیال تو کیجئے جس کے گھر سے ملت کا چشمہ پھوٹا ملت سیراب ہوئی تطہیر ملت کی ذمہ داری بھی اسی پر سب سے زیادہ تھی، وقت نے انھیں نہایت درد و کرب کے ساتھ پکارا اور انھوں نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا۔ زمین و آسمان کی کائنات شاہد ہے کہ بلا ریب وہ اس اعزاز کے مستحق تھے یزیدی عہد حکومت کے منکرات کی آخیر اور ملت کی تطہیر بھی امام عالی مقام کا بنیادی نصب العین اور یزید کے خلاف اقدام کا اصل محرکہ تھا کربلا کے پورے سفرنامہ میں یہ حقیقت جگہ جگہ نمایاں ہے

چنانچہ حر تمیمی کی حراست میں طریق عذیب وقادسیہ سے کربلا کی طرف پلٹتے وقت امام نے جو تاریخی خطبہ دیا تھا وہ آج بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اقدام نصب العین کا پس منظر سمجھنے کے لیے خطبہ کا لفظ لفظ ضمانت ہے

خطبہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رآی سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللہ ناکثا لعہد اللہ مخالفا لسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا وان ھولاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمن واظھروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفیء واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیرہ۔"

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی سلطان جائر کو دیکھے کہ اس نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرا دیا ہے وہ عہد الٰہی کو توڑ رہا ہے۔ سنت رسول اللہ کی مخالفت کر رہا ہے اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کا معاملہ کرتا ہے پس یہ سب کچھ دیکھتے جانتے بھی اپنے قول وعمل سے اس شر کو مٹا کر اپنا فرض ادا نہیں کرتا ہے تو خدا کا تقاضائے عدل ہے کہ اس کے ٹھکانے تک پہنچا دے۔ غور سے سنو کہ ان یزیدوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور خدا کی بندگی کو چھوڑ دیا ہے ان لوگوں نے ہر طرف فساد برپا کر دیا ہے اور شریعت کی تعزیرات کو معطل کر دیا ہے اور سرکاری مال کو ذاتی مفاد پر خرچ کر دیا۔ خدا کے حرام کو حلال کیا اور اس کے حلال کئے ہوئے کو حرام ٹھہرا دیا اور ان یزیدوں کے شر کو مٹانے والوں میں سب سے زیادہ مستحق میں ہوں

عربی عبارات بحوالہ (کامل ابن اثیر ج ۴، ص ۴۰)

حضرت امام نے یزید کی بدکرداریوں اور بدعملیوں کی جو نشاندہی فرمائی ہے کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی یزید کو صالح کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مولوی گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے ہوسکتا ہے

کہ مولوی گنگوہی کی نظر میں کوئی تاریخ رہی ہو اگر ایسا تھا تو اس کا ذکر ضروری تھا تاکہ قارئین کو الجھن نہ ہوتی اور صحیح بات سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ وہ اپنا نصب العین ثابت کرنے کے لئے ان تمام تاریخی دستاویزات کی حقیقت کے آئینہ میں تغلیط کرتے اور اپنے مدعا کو مدلل طور پر ثابت کرتے ایسا نہ کرنا محققانہ بصیرت کے منافی ہے۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ امتیازی وصف ہے کہ اپنے مدعا کو نہایت مدلل اور بہترین انداز میں پیش فرماتے ہیں اور اس کی تحقیق میں اتنی محنت فرماتے ہیں کہ قارئین کے دلوں میں پھر کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی گنگوہی کی نگاہ میں یزید صالح تھا اور بوجہ قتل حسین کے فاسق ہوا تو پھر حضرت امام کے خروج کی وجہ کیا تھی؟ کیا وہ دولت وثروت، جاہ وحشمت، عزت واقتدار کے لئے نکلے تھے؟ حاشا وکلا ایسا نہیں ہے وہ تو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آلِ اطہار میں ہیں۔ وہ جنتیوں کے سردار ہیں اگر وہ دنیاوی حرص وطمع فرماتے تو کیا اس بات کو اتنا پاک اور مقدس ضمیر گوارا فرماتا۔ معلوم ہوا کہ یزید خلافت کے منصب کے کسی بھی طرح اہل نہیں تھا اور اس کی عیاشی وفسق وفجور سے تنگ آکر حضرت امام نے خروج فرمایا تھا تو پھر مولوی صاحب روزِ محشر میں حضرت امام اور اہل بیت آلِ اطہار کو کیا منہ دکھائیں گے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی اجمالی خصوصیات

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کو مطالعہ کرنے سے ان چند خصوصیات کا علم ہوتا ہے۔

ان کے فتاویٰ بہت مختصر ہوتے ہیں کتب فقہ سے حوالجات نہیں ذکر کئے جاتے، مختلف فیہا مسائل میں علماء کرام کے اقوال اور فقہا کی آراء کا بھی ذکر نہیں ہوتا۔ مختلف فیہا مسائل میں وہ قول مفتی بہ اور قول مرجح کا بھی ذکر نہیں کرتے۔ ان کے فتاویٰ میں ایک بڑی کمی یہ بھی ہے کہ وہ مستفتی کو متجسس اور حیران چھوڑ دیتے ہیں اور بعض مسائل میں اپنی لاعلمی[۲] کا اظہار فرما دیتے ہیں بعض مفروضہ وجوہات کی بناء پر امور مباحہ

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ص۱۲، ص۱۲۶ ج اول وغیرہ

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص۷۴، ۷۷، ۱۳۰، جلد دوم ص ۲۸۸، ۲۰، ۲۲، ۳۵، ۵۰، ۵۹

کو ممنوع، بدعت اور بدعت ضلالہ لکھتے ہیں، مسائل و محافل میں تشبہ بالمشرکین نہ ہوتے ہوئے بھی تشبہ فرض کر کے حرام قرار دیدیتے ہیں اور جہاں تشبہ بالمشرکین والنصاری ہوتا ہے وہاں نظر انداز کر کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں جیسے مولود شریف،[3] ذکر شہادت[4] حسین علیہم السلام عرس ایصالِ ثواب کی محافل سوم جہلم وغیرہ ان کے نزدیک بدعت اور ممنوع ہیں۔ بعض مقامات پر ان امور کے لئے حرام[5] کا بھی فتویٰ دے دیا ہے لیکن بچہ کی سالگرہ[6] منانا جو نصاری کا طریقہ ہے ان کے نزدیک جائز ہے اثبات ایمان کفر و شرک کے فیصلوں کو صادر کرنے میں وہ زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتے حالانکہ ان مسائل میں احتیاط پسندی علماء کرام کا عمل رہا ہے (۷) اسی قسم کا ایک اہم فیصلہ صاحب تذکرۃ الرشید نے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہو کر.. خلقت کو راہ ہدایت پر لاتے ہیں اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہو کر ہدایت کرتے تھے ان کی گرنتھ کا پہلا شعر یہ ہے۔

اول نام خدا دا دوجا نام رسول ۔۔۔ تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا جو درگاہ میں پویں قبول ؎

بابا نانک کو یقینی طور پر مسلمان کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے اور وہ ایک عالم کا قول جبکہ ساری دنیا میں اس نے دینی معتقدات اور امور تعبدیہ میں اثبات ایمان پر کوئی دلیل نہیں ملتی اور پھر گرو نانک تو مغلیہ اسلامی دور میں ہندوستان میں تھے۔ اگر وہ اعلانیہ اسلام قبول کرتے اور عقائد اور اعمال صالحہ کو اپناتے ہوئے ان کو کس بات کا ڈر تھا۔ اگر صرف اس شعر کی روشنی میں مولوی گنگوہی کے اس فتویٰ کو درست مان لیا جائے تو آج کل ہندو پاک کے غیر مسلم شعراء جو حمد باری تعالیٰ و نعتِ پاک لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل ہیں ان کے بارے میں کیا فتویٰ دیا جائے گا۔

---

(۳)۔ فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۵۰، ۱۰۷، ۱۴۷، ۱۵۱، جلد دوم ص ۱۳۱، ۱۶۳ وغیرہ

(۴)۔ ایضاً جلد دوم ص ۹۶، جلد سوم ص ۱۴۵ وغیرہ

(۵)۔ ایضاً ج دوم ص ۳۰ ۔۔ (۶) ایضاً ج ۱ ص ۷۸ ۔۔ (۷) ایضاً ج دوم ص ۳۰

(۸) تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۸ ۔۔ ؎ ایضاً ج ۱ ص ۷۵

میری نظر میں یہ مولوی گنگوہی کا سہو ہے ؟

مسجد کی تعمیر میں وہ بلا جھجک، شیعہ، مشرکین[۱]، یہود و نصاریٰ کے روپیہ کے استعمال کو جائز لکھتے ہیں سب کو معلوم ہے یہ مختلف فیہا مسائل ہیں لیکن وہ ان اختلافات کا ذکر ہی نہیں کرتے۔

ان کے اکابر کی کچھ تحریرات ایسی بھی ہیں جن سے عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ان اقوال کو درست مانتے ہوئے تاویل سے کام لیتے ہیں جس میں وہ کامیاب نہیں ہیں اس کے باوجود ان کے معتقدات کو اپنانے کی تلقین و تاکید کرتے ہیں۔ (۳) تو مولوی صاحب نے یزید کی حمایت کی ہے اور اس کو صالح لکھا ہے بسبب قتل حسین کے وہ فاسق ہوا (۴) یہ فتوی تاریخی حقائق کی روشنی میں بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

مولوی صاحب کبھی جواب میں ان مسائل کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو مستفتی اپنے استفتاء میں شامل نہیں کرتا لیکن مفتی صاحب اپنی رائے لکھ دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر سائل نے صرف عرس کے بارے میں سوال کیا جواب میں عرس کے ساتھ

---

(۱)۔ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص۲۹

(۲)۔ ایضاً ص۸۶ ج ۱، ص ۱۲ جلد سوم ص ۵۲ ج ۱، ص۱۲۲ ج ۱

(۳)۔ ایضاً ج ا ص۱۱۷، ۱۲۲، ص۴۵، ۵۱، ۶۴، جلد دوم ص ۵، ۹۸، ۱۶۵، ۱۶۶، جلد سوم ص ۵۷، ۹۶ وغیرہ

(۴)۔ جلد دوم ص ۲۱، ۱۱۸ (۵) دروس التاریخ از شیخ محی الدین الخیاط الجزء الثالث مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء م ۱۳۶۰ھ ص ۲۲، ۲۶۔ نوٹ :۔ تاریخ کی یہ کتاب مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے ایضاً ۲۵، ۲۶ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲۰، ۲۲۶، مکمل تاریخ اسلام از مفتی شوکت علی فہمی ص ۲۸۲، ۲۸۳ مختصر تاریخ اسلام از بشیر احمد طاہر و محمد جلال الدین سعید ص ۴۵ وغیرہ و مسرحیات عزیز اباظۃ مسرح قیس ولبنی ا نمسرح الشعر۔ وعزا مید ید از محمود غنیم ص ۶۶ المسرحیۃ نشأتہا و تاریخہا واصولہا از استاذ عمر الدسوقی۔ مطبوعہ قاہرہ و مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱

مولود شریف کو بھی ناجائز لکھ دیا (۱)

بہت سے مسائل میں وہ اپنی رائے لکھ دیتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ مطمئن خود بھی نہیں ہیں جیسے ارواحِ مومنین کا نہ آنا (۲) استمداد با اولیاء اللہ کا مسئلہ (۳) بنک کے سود کا حکم ۴) نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پہ درست نہ ہونا (۵) منی آرڈر کا عدم جواز ہونا ۶) منی آرڈر کا سود میں داخل ہونا (۷)۔ بنک میں روپیہ رکھنے کا جائز نہ ہونا (۸) نوٹوں میں زکاۃ کا حکم (۹)

مجلس مولود شریف کو انھوں نے ممنوع، بدعت اور ناجائز لکھا ہے جس کی مثالیں فتاوی رشیدیہ میں جا بجا ہیں اس کے ساتھ ہی اس مجلس کے افضل اور مستحب ہونے کا بھی فتوی دیا ہے (۱۰) انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قبلہ و کعبہ کے لقب کو استعمال کرنے کو ممنوع لکھا ہے (۱۱) مولوی اشرف علی تھانوی نے خود ان کو ان القاب سے یاد کیا ہے تو اس میں کوئی نکیر نہیں کی (۱۲) مسائل میں اس طرح کی بہت سی فرو گزاشتیں فتاوی رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید ج اول میں موجود ہیں، جن کا استیعاب اس مقالہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔

۱۔ فتاوی رشیدیہ جلد سوم ص ۱۴۴۔
۲۔ ایضاً جلد اول ص ۹۰
۳۔ ایضاً جلد اول ص ۹۳، ۱۲۰، جلد دوم ص ۷-۸ جلد سوم ص ۱۲۶، ۱۹، ۱۴۴
۴۔ ایضاً جلد دوم ص ۱۵۹
۵۔ ایضاً جلد اول ص ۷۵، ۲۴
۶۔ ایضاً جلد دوم ص ۱۵، ۱۵۷
۷۔ ایضاً جلد دوم ۱۵۶۔ (۸) ایضاً جلد دوم ۱۵۷
۹۔ جلد دوم ص ۱۵۴
۱۰۔ خیر البیان از زید ابوالحسن فاروقی ص ۲۷
۱۱۔ جلد دوم ص ۷۹
۱۲۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۶۔

فتاوی رشیدیہ میں ایسے کئی فتاوی موجود ہیں جن میں مستفتی نے کچھ مباح اور جائز امور کو ناجائز امور کے ساتھ شامل کر کے مولوی گنگوہی کے سامنے استفتاء پیش کیا اس پر مولوی صاحب نے مستفتی کو تنبیہ نہیں فرمائی اور جواب اس طرح پر عنایت کیا جس سے مستفتی کی رائے سے اتفاق ظاہر ہوتا ہے حالانکہ دیانتِ فقہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ مباح اور ناجائز امور کی جدا جدا نشاندہی کر کے فتویٰ جاری کیا جاتا۔ مثال کے طور پر۔

سوال :۔ جو شخص مجالس غیر مشروعہ میں شریک ہووے اور مال خرچ کرے اور اس کو مستحسن اور حلال جانے کہ جن کی حرمت نص صریحہ سے ثابت ہے مثلاً ناچ و مزامیر و مجالس عرس و روشنی وغیرہ۔ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر کیونکہ افعال ممنوعہ حرام کو حلال جانتا ہے۔

الجواب :۔ ایسا شخص فاسق ہے کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیئے اور فعل مسلم کی تاویل کر کے اسلام سے خارج نہ کرے جہاں تک ہو سکے لا نکفر احدا من اھل القبلۃ ائمہ مجتہدین فرما گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مستفتی نے ناچ و مزامیر کے ساتھ عرس اور روشنی وغیرہ کو منکرات اور غیر مشروعہ نص صریح میں شامل کر دیا ہے اور مجیب نے اس پر کوئی تنبیہ نہیں فرمائی۔ گویا اتفاق کیا ہے اور ایک عالم سے ایسے فعل پر اتفاق کا ہونا عجیب امر ہے چونکہ مفتی کی نظر استفتاء کے ہر ہر لفظ پر ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کی خصوصیات

فتاویٰ رضویہ کی سب خصوصیات کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے چند اہم خصوصیات اس طرح پر ہیں۔

۱۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جواب میں سب سے پہلے کتاب و سنت سے استدلال

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۴۲۔

کرتے ہیں، پھر متعدد کتب فقہ کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء کرام کے اقوال و آراء کو ذکر کر دیتے ہیں۔

۲۔ آپ کے فتاویٰ میں فقہی مسائل پر خوب تحقیق ملتی ہے، دلائل اور استشہادات بکثرت ہوتے ہیں۔ بعض بعض فتاوی میں مصادر کی تعداد دو سو سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔

۳۔ آپ فتاویٰ میں سائل کے سوال کے ہر پہلو کی تنقیح کرتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کرام اور علماء عظام کے اقوال میں تعارض ہو جاتا ہے تو قول راجح کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ مختلف آراء میں تطبیق کا ملکہ مولانا بریلوی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

۴:۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ قرآنی تراجم و تفاسیر، کتب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ کی کتابوں کا بھرپور علم ہے۔ ان کے فتاویٰ میں جن حوالہ جات کا ذکر ہوتا ہے آج کے علماء میں سے بہت کم ان کے جاننے والے ہوں گے۔

۵:۔ فقہی کلیات اور جزئیات ان کو مستحضر ہیں اگر یہ استحضار نہ ہوتا تو اتنی مختصر عمر میں اتنی بڑی تعداد میں فقہی رسائل و تصنیفات وجود میں نہیں آتے جن مسائل کو آپ نے تین چار روز کی مدت میں لکھ دیا ہے۔ علماء کو ایسے رسائل میں ایک سال بھی ناکافی ہوگا۔ سرعتِ تحریر میں زمانہ ایسی مثال لانے سے عاجز ہے۔ یونیورسٹیاں جن مقالوں کے لئے کئی سال کی مہلت دیتی ہیں وہ ان رسائل سے زیادہ معیاری نہیں ہوتے۔

۶:... مولانا بریلوی کا طرز استدلال اور طریقۂ استنباط نرالا ہے وہ مسئلہ کی حقیقت کو جدید و قدیم علوم کی روشنی میں حل کرتے ہیں شرعی حکم کے معلوم کرنے میں اشیاء کی حقیقت اور ماہیت پر بھی سیر حاصل بحث کرتے ہیں ان کے فتاوٰی میں نقلی اور اصلی دلائل کی کمی نہیں رہتی۔ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے ساتھ دیگر مذاہب کے قوانین اور جزئیات کا بھی علم رکھتے ہیں۔

۷:... آپ فقہا متقدمین کا احترام اور ان کی تقلید کرتے ہیں، فقہ حنفی کو وہ مکمل اور قابلِ پیروی مانتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ فتاویٰ میں تحقیق کے دوران متقدمین علماء کی اگر کوئی فروگذاشت ظاہر ہوتی ہے تو اس کو بھی وہ ذکر کر کے اپنی فیصل رائے ضرور دیتے ہیں یہ ملکہ ہم عصر علماء میں صرف انہی کو حاصل ہے۔

۸:۔ مولانا بریلوی نے اپنی تالیف اور تصانیف، فتاوی میں جس تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ وہ ان کا امتیازی وصف ہے ان کی ناقد نظر اور تحقیق پسند طبیعت نے جو تحقیق کا طرز اپنایا ہے اس کے سامنے آج کے محقق اور ریسرچ اسکالر بھی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

۹:۔ ان کے فقہی فتاوی علماء اسلام اور علماء دیگر ادیان کے لئے مشعل راہ ہیں دیگر مذاہب کا قانون بھی انھیں یاد تھا۔ یہ ایک عظیم خدمت ہے جو فاضل بریلوی نے اس تہذیب یافتہ دور میں سانس لینے والوں کے لئے انجام دی۔ انھوں نے موجودہ دور میں پیش آنے والے مسائل کو علماء متقدمین کے فتاوی کی روشنی میں حل کرنے میں بڑی کاوش سے کام لیا ہے یہ اس ملت پر ان کا احسانِ عظیم ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ موجود ترقی کے سامنے دامنِ اسلام تنگ ہو جائے گا لیکن انھوں نے اپنے فتاوی، تالیفات اور تصنیفات سے آیۃ کریمہ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی الخ کی حقانیت ثابت کر دی ان تحقیقات کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو بہت سی مشکلات سے نجات مل گئی اور فقہی روشنی حاصل ہوئی۔

۱۰:۔ فقہ حنفی کے ماننے والے علماء تو ساری دنیا میں ہیں لیکن جو خدمت اس فقہ حنفی کی مولانا بریلوی نے فرمائی ہے شاید انیسویں بیسویں صدی میں کسی نے انجام نہ دی ہو آپ کے فتاوی اور فقہی تالیفات مسلک احناف کے علماء کے لئے خصوصاً اور دیگر مسالک کے علماء کے لئے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں۔

۱۱:۔ مولانا بریلوی کے فتاوی، تصنیف و تالیفات جو کم و بیش پچپن علوم پر مشتمل ہیں آج کے منتہی طلباء و فضلاء کے لئے مشعل راہ ہیں، بڑے اعتماد اور وثوق کے ساتھ اپنی رائے دیتے ہوئے دوسرے اقوال کا رد بھی ذکر کر دیتے ہیں (۱)

۱۲:۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے مستفتی کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کے جذبۂ صادق کا پتہ لگا لیتے ہیں پھر پوری توجہ سے اس کو تسلی بخش جواب عنایت کرتے ہیں۔ استفتاء کی ہر شق پر ان کی نظر ہوتی ہے اور وہ مستفتی کے جذبۂ استفسار کو نظر انداز نہیں کرتے۔

۱۳:۔ اپنی تالیف و تصنیفاتِ فقیہہ سے انھوں نے عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا اور بے ادب و گستاخ لوگوں کو دنداں شکن جواب دیا۔

---

(۱)۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسائل پر تصنیفات کی تعداد تقریباً دو سو تک ہے۔

۱۴:۔ کسی بھی مسئلہ میں وہ لاعلمی اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتے، ان کے فتاوی میں تاریخی حقائق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

۱۵:۔ عشقِ رسول اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا ایمان ہے اہلِ بیت سے انکو سچی عقیدت ہے اور خدمتِ دینِ متین ان کا جذبۂ صادق ہے اسی پر وہ تمام عمر کاربند رہے ہے بدعات و منکرات کو انھوں نے سخت ترین الفاظ میں رد کیا، ان کا قلم اس امر میں بہت سخت گیر ہے۔ ان کا طرۂ امتیاز اتباعِ سنت سنیّہ ہے۔

۱۶:۔ ان کے فتاوی عربی، فارسی اور اردو نثر و نظم میں پائے جاتے ہیں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ اصناف سخن ادب پر بھی ان کو کامل عبور ہے ان کی تحریرات فنِ ادب کا ایک شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیئے۔ ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ عربی اور فارسی کی تحریرات کسی غیر اہل زبان کا نتیجہ فکر ہے۔ آپ کے بعض فتاوی انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ (۱)

فتاویٰ رضویہ کی جامعیّت

فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیرت انگیز قوتِ مطالعہ، قوتِ حافظہ، قوتِ استدلال استنباط مسائل میں ندرت، فنِ استخراج اور قوتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت سے فتاوی میں زیر بحث مسائل کی تحقیق کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون پر بھی معیاری تحقیق ملتی ہے مثلاً حوض کی مقدار دہ در دہ اور ذراع سے متعلق یہ فتوی

النہی النمیر فی الماء المستدیر (۲)

رجب السباحۃ فی میاہ لایستوی وجھھا وجوفھا فی المساحۃ (۳)

---

(۱) حیات مولانا احمد رضا خاں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۲۔ فتاوی رضویہ ج ا ص ۲۲۱ تا ۲۳۰ ۳۔ ایضاً ج ا ص ۲۲۴ سے

یہ دونوں مسائل علم ریاضی کا بہترین شاہکار ہیں، اسی طرح ایک اور رسالہ میں ترکیب اجسام، پانی کے رنگ اور شعاعوں کے انعکاس وانعطاف وغیرہ کی بحثیں جو علم طبیعات سے متعلق ہیں اس رسالہ میں بدرجۂ کمال ملتی ہیں۔

الدقۃ والبیان لعلم الرقۃ والسیلان (۳)

المطر السعید علی نبت جنس الصعید (۴)

جنس ارض کی تحدید وتقدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتوی ریاضیات سے متعلق ایک فنی شاہکار ہے۔

فاضل بریلوی کو فقہی کلیات اور فقہی جزئیات پر بے پناہ ملکہ اور غیر معمولی مہارت حاصل تھی فقہ حنفی پر ان کی تحقیق حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ جزئیات فقہ پر عبور کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں مولانا بریلوی نے بیان فرمائی ہیں (۵) اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں ہیں (۶) اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر ۱۷۵ صورتیں بیان کی ہیں اور اس موضوع پر صح النداء فیما یورث العجز عن الماء نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا (۷)

النور والنورق لاسفار ماء مطلق (۸) رسالہ ماء مطلق ومقید کی تعریف وتفصیل میں ہے۔

اگر پانی دستیاب نہ ہو تو طہارت کے لئے شریعت نے تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام کیا ہے تیمم کس طرح اور کس چیز سے جائز ہے۔ اس کی ایک سو اکیاسی قسمیں بیان کی ہیں ۷۴ منصوصات

---

(۳)۔ فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۴۸۴ سے ۴۹۹۔

(۴) ایضاً ص ۶۶۸۔ ۷۱۹

(۵)۔ فتاوی رضویہ ج اول ص ۴۵۶

(۶)۔ ایضاً ۳۵۰، ۴۷۲، ۵۴۳ (۷) ایضاً ص ۶۱۱ ۔ ۶۵۹

(۸)۔ ایضاً ۷۰۲ سے ۵۵۳۔

اور ایک سو سات مزیدات مصنف اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ہے اس کی ایک سو تین قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۲۷ زیادات (۱)

صرف انہی مثالوں پر بس نہیں ہے بلکہ مولانا بریلوی کی ہر تصنیف و تحقیق موجود تحقیقی اصولوں کے اعتبار سے بھی نہایت مکمل و محقق ہیں۔ ان فتاوی کے مطالعے سے قرآن پاک کا یہ فرمان سچ معلوم ہوتا ہے۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

جب ایک امتی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بے شمار علوم و فنون کے خزانے کھول دیے جن سے معاصرین کی عقل حیران ہے تو صاحب قرآن کے علوم و فنون کی معلومات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اگر اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم معلومہ کی تحدید و تعین کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں لاکھوں جزئیات قدیمہ، جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ہے علماء کے لئے ہزارہا پیچیدہ مسائل کی اعلیٰ تحقیق و تطبیق ہے۔ محدث، مفسر، فقیہ اور صوفی جدید و قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے نصلاء کے مذاق کے متعلق مسائل کی تحقیق ہے ہر مسئلہ میں اصول تفسیر، اصول فقہ و اصول حدیث کی روشنی میں قرآن کریم، حدیث سے متدلات کی کثرت ہے، یہی نہیں بلکہ فن ہیئت، ریاضی، ہندسہ، توقیت و فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق ہے۔ مسلک اہل سنت کے اثبات و حقانیت پر مسکت و دندان شکن دلائل بکثرت ہیں۔ دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور ان کا شرعی حل ہے۔ بدعات و منکرات کا کر توڑ رد ہے۔ یہ تمام وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے فتاوی رضویہ کی اولویت و فضیلت کا ہر عالم قائل ہے۔

مولانا بریلوی نے ۱۳۲۵ھ میں فتاوی رضویہ کے چند عربی فتاوی نمونہ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل کو بھیجے تھے تو انھوں نے مطالعہ کر کے بے ساختہ تحریر فرمایا۔

واللہ اقول والحق انه لو رآها ابو حنيفة النعمان لأقرت عينه ويجعل مؤلفها من جملة الاصحاب (۲)

---

(۱) فتاوی رضویہ جلد اول ص ۶۶۸۔ ۶۱۹

(۲) الاجازت المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ از مولانا احمد رضا خاں۔

ترجمہ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو حنیفہ نعمان ان کو دیکھتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔"

مولانا بریلوی کا دیگر مذاہب پر ادراک

فقہ حنفی کے علاوہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر مذاہب عالم پر بھی بہت وسیع و عمیق تھی۔ فتاوی رشیدیہ میں اس طرح کی نظیر نہیں ملتی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفتی نے سوال کیا کہ عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابلِ استعمال ہے یا نہیں الخ تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا۔

الجواب :۔ نصاریٰ کے مذہب میں خون حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو ان کا ظاہر حال نجاسات سے ملوث ہی رہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں۔

یتعین علی من الله امر ان یقیم من الاسواق من یشتغل بهذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائیه کشراب العناب و شراب النبفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب۔ لان النصاری عند هم ابوا لهم طاهرة ولا یتدینون بترک نجاسة الا دم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصاری الغالب علیه انه متنجس

استفسارات اور نصاریٰ کے ستر ہویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر انھیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققنا ذلک فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روس الی آخرہ

---

(۱)۔ فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۱۴۴ - ۱۴۵

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی تبحر اور فتاوی کی جامعیت کے لئے اتنا ثبوت بھی کافی ہے کہ فتاوی رشیدیہ میں آپ کے فتاوی بعینہٖ کئی مسئلوں میں ملتے ہیں۔ بعض مواقع پر تو صاحب فتاوی رشیدیہ نے فاضل بریلوی کے فتاوی کی تصدیق فرمادی ہے بعض جگہ پر اختلاف کیا ہے اور بعض جگہ مرتب نے بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۵۰ پر فاضل بریلوی کا فتوی اس طرح نقل ہے۔

فتوی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد رامپوری مجموعہ فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ ص ۳۱۰

سوال:۔ تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی ہونا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے واللہ سبحانہٗ تعالی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن مصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

اس فتوی کے حاشیہ پر جامع فتاوی رشیدیہ نے یہ عبارت تحریر کی ہے۔

یہ فتوی برائے اطلاع مجوزین بدعات تحریر کیا جاتا ہے کیونکہ لوگ جو ان میں سے بڑے شمار کئے جاتے ہیں وہ ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں لہذا عاملین بدعات کو چاہیئے کہ توجہ کریں اور اس سے باز آئیں

اس عبارت میں ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں۔ جملہ قابل توجہ ہے۔ جامع فتاوی رشیدیہ نے اپنے علماء کے ایک فتوی کی تائید میں اس کو نقل کیا ہے جس کا جواب اس طرح شروع ہے۔

جواب:۔ صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز و اقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے الخ۔

اس فتویٰ میں مطلق قرآن مجید کی تلاوت کو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنا ان دنوں میں منع قرار دیا گیا ہے اور فاضل بریلوی "انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت" قرار دیا ہے نہ کہ مطلق ایصالِ ثواب کو، اس بنا پر یہ استشہاد ہی غلط اور گمراہ کن ہے

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فتویٰ لہو و لعب کے تاشے باجے، ڈھول آتشبازی طلائی نقرئی سہرا، رنڈی کا ناچ وغیرہ کے بارے میں موجود ہے جس پر متعدد علماء اعلام کی تصدیقات ہیں، انھیں مولانا نعیم الدین صاحب مرآبادی کی بھی تصدیق ہے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ان تمام تصدیقات کے بعد بغیر کسی تفصیل کے اس فتویٰ کی تصدیق فرما دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مولانا سے کلی طور پر متفق ہیں۔ (۱)

اسی طرح مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مدلل فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہے جس کا آغاز اس طرح ہے۔

الجواب:- جو اپنی ضرورتِ شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو یا اس کے کسب پر قادر ہے اس سے سوال حرام ہے الخ۔ اس فتویٰ پر بھی مولوی گنگوہی کی تصدیق بغیر کسی تفصیل کے موجود ہے (۲)

مولانا بریلوی کا ایک فتویٰ دربارۂ فاتحہ سوم و چہلم ہے جس پر مرتب فتاویٰ رشیدیہ نے غلط استشہاد کیا ہے۔ (۳)

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں کا ایک فتویٰ دربارہ عدم جواز مولود شریف منعقدہ فاسق و فاجر موجود ہے اس فتویٰ میں مولانا بریلوی کے ردِّ بدعات و منکرات میں شدت اور سختی کا پتہ لگتا ہے۔ (۴)

ان تمام فتاویٰ سے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ صاحبِ فتاویٰ رشیدیہ بھی مولانا بریلوی

---

(۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۸

(۲)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۴-۴۵

(۳)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۵۰

(۴)۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۸۸-۹۰

کے علمی تعمق اور فقہی تبحر کے قائل تھے اسی لئے مرتب فتاوی نے ان کو شامل کیا ہے۔

نوٹ :... اس قسم کی مثالیں فتاوی رضویہ میں کہیں نہیں ملتیں۔ البتہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مولوی رشید احمد گنگوہی کے بعض فتاوی پر بھرپور تعاقب کی مثالیں نظر آتی ہیں مثلاً نوٹ اور منی آرڈر کے مسئلے پر انھوں نے مجتہدانہ اور فقیہانہ شان سے تعاقب کا حق ادا کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۱۱/۷)

فتوی درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب منقولہ از باب الحظر ص ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۲ موصلہ از مولوی عبد الصمد صاحب رامپوری استفتاء۔ اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد میں جو شخص کے مخالف شرع مطہرہ تارک صلاۃ شارب خمر ہو داڑھی کٹواتا ہو یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ ہنستا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو اور کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے بلکہ اپنے معتقدوں کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے دکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہیں ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اسکو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا یا مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں۔ بانیین اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یہ غضب بینوا من الکتاب توجروا عند الارباب

الجواب :-

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب نہیں غضب رحمان اور دنیا میں مستوجب ہزاران ذلت و ہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجرد مسند پر کہ حقیقت مسند حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تعظیماً

بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے۔ فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ روایا موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں اور ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق عذاب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا گناہ اس پر اور علاوہ اور ان حاضرین وقارئین سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ خود اس پر طرہ۔

مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کو اب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پہ دو ہزار دو، ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جسقدر روایات موضوعہ جسقدر کلمات شرع وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال عذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اُس مجلس میں اُس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو گناہ، وقس علی ہذا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورھم شیأً ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذلک من اثامھم شیأً رواہ الائمۃ احمد و مسلم والاربعۃ عن ابی ھریرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس، شیاطین کا ہجوم ہوگا، والعیاذ باللہ رب العالمین، ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز، اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو، حدیث صحیح میں ہے کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ۔ رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ الاالنسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا رواہ البخاری تعلیقا ۔ اور اگر العیاذ باللہ استخفاف تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے پھر مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا صراحۃ کفر ہے قال اللہ تعالیٰ قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ہ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم یوں ہیں وہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمۂ کفر ہے ۔ والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

۱۳۰۰
محمدی سنی حنفی
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

کتبہ
عبدالمذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاضل بریلوی کبائر کے مرتکب فاسق کے لئے کس قدر متشدد ہیں اس فتویٰ میں اسکی اچھی مثال موجود ہے لہٰذا جو لوگ ترک سنت اور ارتکاب کبائر کے دی ہوں ان کو بھی توبہ کرنی چاہیئے



مآخذ و مراجع

۱:۔	تذکرۃ الرشید ج ۱،۲	از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی	مطبوعہ سہارنپور
۲:۔	حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی	از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	سیالکوٹ
۳:۔	الدولۃ المکیۃ	از مولانا احمد رضا خاں بریلوی	بریلی
۴:۔	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ۴	از مولانا محمد احمد رضا خاں	نینی تال
۵:۔	من ہو احمد رضا البریلوی	از اُستاد شجاعت علی قادری	لاہور
۶:۔	دروس التاریخ الاسلامی ج ۳	از الشیخ محی الدین الخیاط	بیروت
۷:۔	انوار الحدیث	از مفتی جلال الدین احمد امجدی	براؤں شریف
۸:۔	نقش کربلا	از علامہ ارشد القادری	کلکتہ
۹:۔	تفسیر نعیمی پارہ دوم	از مفتی احمد یار خاں نعیمی	گجرات پاکستان
۱۰:۔	فتاوی رشیدیہ ج ۱،۲،۳	از مولانا رشید احمد گنگوہی	مراد آباد
۱۱:۔	رہبر و رہنما	از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی
۱۲:۔	مختصر تاریخ اسلام	بشیر احمد طاہر اور محمد جلال الدین سعید	حیدر آباد دکن
۱۳:۔	فتاوی رضویہ ج ۱۱	مولانا احمد رضا خاں	بریلی
۱۴:۔	مجموعہ رسائل ج ۱	مفتی سید شجاعت علی قادری	کراچی
۱۵:۔	مکمل تاریخ اسلام	از مفتی شوکت علی فہمی	دہلی
۱۶:۔	فتاوی رضویہ ج ۳	از مولانا احمد رضا خاں	بمبئی
۱۷:۔	فتاوی رضویہ ج ۱	از مولانا احمد رضا خاں	
۱۸:۔	خیر البیان	از مولانا زید ابوالحسن فاروقی	دہلی
۱۹:۔	حیات اعلیٰ حضرت ج ۱	از ظفر الدین بہاری	مطبوعہ کراچی
۲۰:۔	الاجازۃ الرضویہ	از مولانا احمد رضا خاں بریلوی	

۲۱:۔	الملفوظ حصہ اوّل	از مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں	کراچی
۲۲:۔	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	لاہور
۲۳:۔	نزہتہ الخواطر ج ۸	مولانا عبدالحئی لکھنوی	
۲۴:۔	ہفت روزہ شہاب	۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء	لاہور
۲۵:۔	معارف	فروری ۱۹۶۲ء	اعظم گڑھ
۲۶:۔	اندھیرے سے اُجالے تک	از مولانا عبدالحکیم شرف قادری	لاہور
۲۷:۔	کفل الفقیہ الفاھم	از مولانا احمد رضا خاں	لاہور
۲۸:۔	البدایتہ والنہایہ ج ۸		
۲۹:۔	مقدمہ ابن خلدون		
۳۰:۔	کامل ابن اثیر ج ۴		
۳۱:۔	تاریخ ادب عربی	از احمد حسن الزیات	مصر، لاہور
۳۲:۔	مسرح الشعر لعزیز اباظتہ ج ۱	از عزیز اباظتہ	بیروت
۳۳:۔	المسرحیۃ نشأتہا تاریخہا اصولہا	عمر الدسوقی	مصر
۳۴:۔	القول الجلی (فارسی)	ملفوظات شاہ ولی اللہ	دہلی مطبوعہ از مخطوطہ
۳۵:۔		مولانا عاشق پھلتی	
۳۶:۔	اشعۃ اللمعات	از شیخ عبدالحق محدث دہلوی	
۳۷:۔	ماہنامہ حجاز جدید جولائی ۸۹ء	مولانا یاسین اختر ایڈیٹر	نئی دہلی
۳۸:۔	القول الجلی (اردو)	ملفوظات شاہ ولی اللہ	کاکوری لکھنؤ یوپی